

TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_I 188844

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۲۶۹۷۱ - Accession No. ۱۳۹۷۴

Author شمس الدین - ۱۳۹۷۴

Title انعام صحت پر ختم نبوت

This book should be returned on or before the date last marked below.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

مجلد اول
جلد اول
جلد اول

جلد اول
جلد اول
جلد اول

يُجْعَلُنَا اِلَيْهِمْ اَكْبَرًا

پھر ہم نے شمس کو اس پر دلیل ٹھہرایا

اَلْيَوْمَ كَمَلَتْ لَكَ دِينُكَ مَا قَمِيتَ عَلَيْهِ كُنْتَ غَيْبِي وَخِيبِي لَمْ اَسْأَلْكَ دِينًا
آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

اَلدِّينِ بَعْدِي

میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مکمل)

انما حجت
نعمت نبوت

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نبوت سے دین اسلام مکمل ہو چکا ہے۔ لہذا وہ آخری نبی ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن
کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں

جلد اول

جلد اول

شمس الدین مجاہد اسلام

الدين لم يملكه احد الا بعد ان يرد عليه رده لا يرد عليه احد الا بعد ان يرد عليه رده لا يرد عليه احد
الدين لم يملكه احد الا بعد ان يرد عليه رده لا يرد عليه احد الا بعد ان يرد عليه رده لا يرد عليه احد

مسلم خواتین کے لئے مفید کتب

(۱) اسلامی پردہ

جس میں قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَعْضُوا مِنْ أَيْصَارِهِمْ ۖ مُؤْمِنُونَ مَرَدُونَ کو کہہ دو اپنی نظریں نیچی رکھیں (۲۲ آیت ۲)۔
 وَ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَعْضُنَ مِنْ أَيْصَارِهِنَّ ۖ وَأُورِثْنَ مَوَازِينَهُنَّ ۖ وَأُورِثْنَ مَوَازِينَهُنَّ ۖ وَأُورِثْنَ مَوَازِينَهُنَّ ۖ (۲۱ آیت ۲۱)
 کے مساوی احکام کے ماتحت یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلم خواتین کے چہرے کا پردہ مگرہوں سے باہر بھی نہیں ہے جب مرد
 اس حکم کی تعمیل کھئے چہرے کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ عورتیں بھی اس مساوی حکم کی تعمیل کھئے چہرے نہ کریں یہی وجہ
 ہے کہ چہرہ دکھانے سے مستثنیٰ کیا گیا ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ
 مِثْلَهَا ۚ اِذَا رَآتِ زِينَةً كَوْنَهُ ۚ لَهَا فِي رِجْلِهَا خِطٌّ مُبِينٌ (۲۱ آیت ۲۱) کیونکہ چہرہ دکھانے کا نظریں نیچی
 رکھنا ایک بے معنی بات ہے۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ معصوم ڈاک

(۲) اسلامی مساوات

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مساوی احکام کے ماتحت مسلم خواتین کو بھی یکساں حقوق دیئے گئے ہیں مثلاً
 وَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ
 وَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ
 وَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ
 کی آرزو کرو جس سے اللہ نے تم کو ایک دوسرے پر نفیست دی رکھی ہے مردوں کا حصہ ہے جو وہ کیا
 اور عورتوں کا حصہ ہے جو وہ کیا میں اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو اللہ ہر چیز کو جانتے والا ہے (۲۱ آیت ۲۱)
 کے ماتحت دونوں کو باہر بھی اپنے اپنے کام کا حق اور محنت مزدوری کے اپنی روزی پیدا کرنے کے حقوق
 حقوق دیئے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ معصوم ڈاک

مِلنہ کاپٹ شمس منزل بصری شاہ لاہور

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳	عرض حال	۱
۱۹	تمہید	۲
۲۹	اتمام حجت بر ختم نبوت حصہ اول جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں لہذا وہ دنیا میں دوبارہ نہیں آئیں گے	۳
۲۹	پہلی فصل - وہ آیات جن سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے۔	۴
۲۹	دوسری فصل - وہ آیت جس سے یہ دلیل لی جاتی ہے کہ تمام یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے۔	۵
۲۹	تیسری فصل - وہ آیت جس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت کا نشان ہوں گے۔	۶
۴۲	چوتھی فصل - وہ آیات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں	۷
۴۲	اتمام حجت بر ختم نبوت حصہ دوم جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی نہ تھے۔	۸
۴۱	پہلی فصل - حضرت مرزا صاحب کے مختصر حالات زندگی۔	۹
۴۵	دوسری فصل کیا حضرت مرزا صاحب نے سال ۱۹ تک اپنے دعوے کو نہیں سمجھا؟	۱۰
۴۵	تیسری فصل کیا حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی؟	۱۱
۸۲	چوتھی فصل حضرت مرزا صاحب نے کس سال اپنے دعوے میں تبدیلی کی؟	۱۲

- ۱۳ پانچویں فصل - حضرت مرزا صاحب کے تبدیلی عقیدہ کی بنیاد کس پر ہے۔ ۹۰
- ۱۴ چھٹی فصل - کیا حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہکم اور عدل کی تحریرات منسوخ کی جاسکتی ہیں؟ ۹۲
- ۱۵ ساتویں فصل - کیا حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے ۱۹۰۱ء میں بنی بن گئے تھے؟ ۹۴
- ۱۶ آٹھویں فصل - حضرت مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء کے بعد دلی - مجددیہ و مہمٹ ہونے کا اقرار کر کے نبی ہونے کا انکار کیوں کیا؟ ۱۰۰
- ۱۷ نویں فصل - حضرت مرزا صاحب نے لفظ نبی کی مختلف تاویلیں کیوں کی؟ ۱۱۲
- ۱۸ دسویں فصل - کیا حضرت مرزا صاحب کے زمانے سے کفر لازم آتا ہے؟ ۱۲۰
- ۱۹ گیارہویں فصل - وہ آیات جن سے قادیانی یہ لگاتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد غیر بشر یعنی نبوت جاری ہے ۱۲۱
- ۲۰ بارہویں فصل - وہ احادیث جن سے قادیانی یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے بعد نبی آتے رہیں گے۔ ۱۲۰
- ۲۱ اتمام حجت - بر ختم نبوت حصہ سوم جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کا فیض قیامت تک جاری رہے گا یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ۱۳۲
- ۲۲ پہلی فصل - وہ آیات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔ ۱۳۲
- ۲۳ دوسری فصل - وہ احادیث جن سے آنحضرتؐ کا فیض جاری رہنا ثابت ہوتا ہے ۱۳۶
- ۲۴ تیسری فصل - وہ آیات جن سے آنحضرتؐ کا آخری نبی ہونا ثابت ہوتا ہے ۱۳۶
- ۲۵ چوتھی فصل - وہ احادیث جن سے آنحضرتؐ کا آخری نبی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ۱۴۲
- ۲۶ پانچویں فصل - ختم نبوت پر عقلی دلائل ۱۴۳

عرض حال

مہاروستان سیلون - براہمابا - چین - مدان مدور - پیرس - انگلینڈ - مغرب - جنوبی ادر
مشرقی افریقہ - پنجاب - مارشس - اردو دیگر مختلف ممالک کی بیس سالہ سیروساحت کے بعد خاکسار
اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اہل اسلام میں ختم نبوت کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں صلیبی ہوئی ہیں چنانچہ
اکثر مسلمان اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ جناب رسالت اکبر حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام علیہ السلام
آخری نبی ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی نسبت نام طور پر یہ کہا
جاتا ہے کہ وہ بعد عنصری چہارم آسمان پر اٹھا۔ لے گئے تھے۔ دوبارہ اُمت محمدیہ کی آمد
یا قتل و جال اور کسر صلیب کے لئے نزول فرما ہوں گے۔ گویا اسی مقصد کے لئے انہیں آسمان
پر بٹھرا رکھا ہے۔ تاکہ موقع آجانے پر انہیں فوراً بذریعہ پیراٹوٹ اتار دیا جائے۔

(۲) اب یہ ہر دو عقائد ایک دوسرے کے متضاد ہیں کیونکہ اگر حضرت محمد رسول اللہ آخری
نبی ہیں۔ تو پھر حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کی کوئی حاجت نہیں رہتی۔ اور اگر حضرت عیسیٰ کا
دوبارہ آواز تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر رسول اللہ آخری نبی نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ ان کے بعد نبی کی
ضرورت تو پڑی ہوئی ہے چنانچہ اگر ہر دور کے ماتحت ہی حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کے
منوانے پر اتنا زور دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ کے آخری نبی ہونے کا نام تک نہیں لیا جاتا تو کیا نزول
مسیح کے عقیدہ کے بالمقابل ختم نبوت کے عقیدہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں سمجھی جاتی اس کا ثبوت یہ ہے
کہ نزول مسیح کے متعلق تو دن رات بحث کی جاتی ہے مگر ختم نبوت پر اتنا بھی غور نہیں کیا جاتا کہ آیا
رسول اللہ کے بعد کسی نبی کی ضرورت ہے؟ جو حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آواز تسلیم کیا جاتا ہے وہ بالکل
قرآن کریم میں نزول نہیں کیا تو کوئی ذکر ہی نہیں البتہ آنحضرت کا آخری نبی ہونا ظہر من الشمس ہے

یہی وجہ ہے کہ ختم نبوت تو ایمان کا جزو ہے مگر آسان سے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا تسلیم کرنا ایمان کا جزو نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم اور حدیث شریف سے اُن کا بعد عصری آسان پر جاننا گہر ثابت نہیں ہوتا جب آسان پہ چڑھنا ہی ثابت نہیں تو پھر آسان سے انزاع کوئی معنی نہیں رکھتا۔ عقلمند حضرات کے لئے صرف یہی نکتہ کافی ہے۔

(۳) اکثر اہل اسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ آنے پر اپنی شریعت سے الگ ہو کر رسالت اللہ کے ماتحت نبی ہوں گے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے ماتحت حضرت ہارونؑ تھے ایسے صاحبان سے یہ عرض کیا جاتا ہے کہ پھر بھی رسول اللہؐ کے بعد ایسے نبی کی ضرورت تو رہی جو خود تو صاحب شریعت نہ ہو مگر آنحضرتؐ کی شریعت پر عمل کرے اور کرائے۔ اگر اس بات کو سچا تسلیم کر لیا جائے تو پھر ایسے مسلمانوں اور قادیانوں میں تو کوئی اصولی فرق نہیں رہتا کیونکہ دونوں گروہ اس امر پر متفق ہیں کہ رسول اللہؐ کے بعد بے شرع نبی کی ضرورت ہے خواہ ایک گروہ کے نزدیک پرانے نبی کی ضرورت ہو اور دوسرے کے نزدیک نئے نبی کی۔ اصول میں تو کوئی فرق نہ پڑا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ بیکری ضرورت کے ہی دوبارہ تشریف لائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کا انہیں اتنے عرصہ تک آسان پر محفوظ یعنی ریزرو رکھنا اور پھر بغیر کسی عرض کے ہی دنیا میں بھیجنا بالکل بے معنی ٹھہرتا ہے حالانکہ اُس قادر مطلق حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میری امت کا مسیح صلیبوں کو توڑے گا اور خنزیروں کو قتل کرے گا۔ علاوہ ازیں عیسائیوں کے ہاتھوں میں یہ ایک بڑی محبت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آخری نبی ہیں کیونکہ وہ ابھی تک زندہ ہیں اور جو نبی آخرین فوت ہو وہی آخری نبی ہوتا ہے۔

(۴) جب مسلمانوں کو دلائل کے ساتھ اس بات کا یقین دلایا جاتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہؐ کے بعد پرانے نبی کی بھی ضرورت نہیں تو پھر وہ اس کے متعلق دوسرا پہلو یا اختیار کر لیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ نبی کی حیثیت میں نہیں آئیں گے۔ بلکہ بطور مجدد کے ہوں گے۔ اب یہ عقیدہ بھی بہت کمزور اور بردا ہے کیونکہ جب کبھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی شخص کو نبی اور رسول بنایا تو پھر وہ لوگوں کو ہونے کے بعد تمام عمر نبی اور رسول ہی رہا۔ چنانچہ دنیا میں کوئی ایسا نبی اور رسول نہیں گذر چکا جو

عارضی طور پر چند سالوں کے لئے مقرر کیا گیا ہو یا کچھ عرصہ کے لئے کسی تصور پر مغل کر دیا گیا ہو یا کسی اور وجہ سے اپنے فرائض منصبی سے برطرف کر دیا گیا ہو یا پنشن دے کر سبکدوش یعنی بطا کر دیا گیا ہو یا نبی کے کام کی اہلیت نہ رکھنے کی وجہ سے کسی ایسے کام پر بطور مجدد لگا دیا گیا ہو جس میں اس کی حیثیت نبی کی نہ سمجھی جائے۔ یا مرتے وقت ہی نہ ہو۔ اگر کوئی شخص امور من الہد ہونے کے بعد اپنے عمر کے لاکھ نہ بٹے تو پھر اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ نقص لازم آئے کہ اس نے کیوں ایسے آدمی کو نبی اور رسول بنایا جس نے کچھ عرصہ کے بعد نبوت اور رسالت کے عہدہ کے لائق نہیں رہنا تھا۔ بلاشبہ ایک دنیاوی حکمران تو ایسی غلطی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسے کوئی علم غیب نہیں، جیسا کہ اس اہل علم کیلین سے الہی غلطی کا سرزد ہو جانا اس کی شان کے شایاں نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو عالم الغیب ہے۔

(۵) حامیانِ حیات: مسیحؑ کی ذمیت بھی عجیب ہے کہ کبھی تو انہیں آسمان پر پہنچانے میں اور کبھی زمین کی نبوت سے ہی الگ کر دیتے ہیں ایسے حضرات اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھایا تھا اس وقت تو وہ نبی تھے اب وہ کون سی وجہ ہو سکتی ہیں کہ آسمان سے اترنے پر وہ نبی نہ ہوں۔ کیا وہ اپنی نبوت آسمان پر ہی چھوڑ آئیں گے اتنا عرصہ آسمان پر رہنے کا کیا یہی نتیجہ نکلا کہ نبوت سے ہی جواب ملا۔ دوستو یہ تو کبھی ہو نہیں سکتا کہ اگر ایک سرخ رنگ والی کتا یا سانپ کی طرف اٹھائی جائے تو پھر وہ واپس آئے آتے کالے رنگ کی ہو جائے۔ آخر اس میں حضرت عیسیٰؑ کا کیا قصور ہے کہ نبوت اور رسالت کے عہدہ سے ہی برطرف کر دیئے جائیں جب کہ ان کی اپنی قوم بنی اسرائیل موجود ہو جس کی طرف وہ رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَٰءِٰلَآیْلَہٗ ۖ وَرَدَّہٗ (حضرت عیسیٰؑ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو گا (۱۲: ۱۰۷ آیت ۱۰۸) علاوہ انہیں دوبارہ آنے پر حضرت مسیحؑ قرآن پاک کی اس آیت کو چٹائی

لے آج کل کے اکثر اہل اسلام بھی اپنے لیڈر مل کے ساتھ یہی طریقہ برتتے ہیں کبھی تو انہیں عربوں پر اٹھاتے ہیں اور کبھی زمین پر ٹپک دیتے ہیں۔

نبیؐ اور مجھے نبی بنایا۔ (۱۹ آیت ۲) کو پڑھ کر مسلمانوں سے یہ کہیں گے کہ جب اللہ نے مجھے نبی بنایا تو پھر آپ کا کیا حق ہے کہ مجھے نبوت اور رسالت کے عہد سے معزول کر کے اُسی بنائیں یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ نبی بنانے والا تو اللہ تعالیٰ اور معزول کرنے والے مسلمان، حالانکہ یہ کبھی ہونہیں سکتا کہ نبی کی اُمت تو موجود ہو مگر نبی نبوت سے معزول کر دیا جائے۔ خدا جانے اُس وقت میں اسلام کیا جواب دیں گے؟ شاید یہ کہہ دیں گے کہ آپ کو تو کچھ عرصہ کے لئے نبی بنایا گیا تھا اسب، اسد ان سے داپس کن پراپ نبی نہیں ہے کیونکہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے تعجب تو اس امر طلب کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ وہ مرتے وقت نبی تھے مگر حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ کہہ جاتا ہے کہ وہ مرتے وقت نبی نہیں رہیں گے گویا ان کی اُمت بغیر نبی کے رہ جائے گی۔

(۶) اب حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے پر ان کے نبی نہ ہونے کی یہ وجہ بیان کرنا کہ چونکہ رسول اللہؐ آخری نبی ہیں لہذا وہ بغیر کسی تصور کے ہی اپنی نبوت سے معزول کر دیئے جائیں گے سراسر غلط ہے کیونکہ رسول اللہؐ تو رحمت اللعالمین ہیں اب رحمت کا تو یہ ہرگز تقاضا نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص کو خدا کی عطا کردہ نعمت سے ہی محروم کر دیا جائے یعنی اُحضرت کو آخری نبی بنانے کے لئے حضرت عیسیٰ کی نبوت کو ہی چھینا جائے جب کہ ان کی اپنی اُمت موجود ہو جس کی طرف وہ رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ کہ اذ قال عیسیٰ ابن مریم ۱۰ یٰبَنی اسرائیل اِنِّیْ دُیُّوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ (۱۱ آیت ۶) دوستو! اللہ تعالیٰ اپنے مانوکے مجھے نبیوں کو ہرگز معزول نہیں کرتا اور نہ آج کب کوئی مواہدہ الیٰکون اس کی صفات رحمانیت اور عدل کے خلاف ہے۔ کاشترجیات اور نزول مسیح کے ماننے

۱۰ اگر دوبارہ آنے پر حضرت عیسیٰؑ نبی نہ رہیں بلکہ رسول اللہؐ کے استہزیاء بن جائیں تو پھر قیامت کے دن اُن کی آیت ۱۰ م کون ہو پکھلا کر یا آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ یَوْمَ نَدْعُوْهُمْ کُلًّا اٰتِیْنًا بِاَمْرٍ وَّہِمْ جِسْ دِنِ ہم سب لوگوں کو اُن کے نام کے ساتھ بلائیں گے۔ (۱۰ آیت ۷)

والے اس نکتہ کو سمجھ لیں۔ اب حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ چند سالوں کے لئے نبی بنائے گئے تھے سراسر لالچوں کا ڈھونگ ہے۔ جو اتنا بھی جواب نہیں دے سکتے کہ جب حضرت عیسیٰ دوبارہ آکر حضرت کا کلمہ پڑھنے کے ساتھ اسی نو مسلم تیار دیئے جائیں گے تو پھر اُس وقت کس فرستے کا مولیٰ انہیں قرآن مجید سکھلائے گا۔ کیونکہ بوجہ عبرانی زبان ہونے کے وہ عربی زبان سے قطعاً نا بلد ہوں گے اگر انہیں اس وقت اللہ کی وحی کے ذریعے قرآن پاک سکھایا جائے گا۔ تو پھر وہ بنی اور رسول کیونکر نہ ہوں گے۔ آخر کچھ تو عقل سے کام لینا چاہئے۔

علاوہ انہیں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ دوبارہ آنے پر حضرت عیسیٰ کیسے پہچانے جائیں گے اور لوگوں کو کیسے معلوم ہو جائے گا کہ یہی حضرت عیسیٰ ہیں جب کہ اُن کے متعلق کوئی وحی بھی نہ ہوگی۔ کیونکہ وحی نبوت کا سلسلہ تو رسول اللہ کے بعد بند ہو چکا ہے اور اُس وقت جو مسلمان انہیں نہیں مانیں گے اُن کے متعلق کیا فتوے ہو گا؟

(۷) برادران اسلام! اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ اگر حضرت عیسیٰ نے بطور مجدد کے ہسی آنا ہے تو کیا پھر رسول اللہ کی امت میں کوئی شخص بھی آپ کی اطاعت سے اس مہمہ کے لائق نہیں ہو سکتا جو خواہ مخواہ حضرت مسیح کو ہزار ہا سال آسمان پر رکھنا پڑے اور پھر بطور مجدد کے بھیجنا پڑے۔ آخر اس میں کون سی خوبی ہوئی۔ سوائے اس کے کہ ایک تو حضرت عیسیٰ کا درجہ کم کر کے نبی سے مجدد بنایا جائے اور دوسرے اُس وقت کے مسلمانوں کو اپنے ایمان میں یہ تبدیلی کرنی پڑے کہ اب وہ نبی نہیں ہے لہذا اُن پر ایمان رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر اس کے بالمقابل حضرت عیسیٰ کے مقام پر رسول اللہ کے ایک امتی کا درجہ بڑھا کر بطور مجدد کے مبعوث ہونا تسلیم کر لیا جائے تو اس میں ایک خوبی تو یہ پائی جاتی ہے کہ آنحضرت کی شان بڑھتی ہے دوسری یہ کہ نزدل مسیح کی جگہ کوئی بھی پوری ہو جاتی ہے تیسری یہ کہ حضرت عیسیٰ کا درجہ

۱۔ اس میں گئی کے الفاظ جو صحیح بخاری میں آئے یہاں یہ بھی کیفیت انتم اذا نزل ابن مریم

فیکم وادامکم منکم تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے اب ربانی حاشیہ صفحہ ۶ پر

کم کرنے کی بھی حاجت نہیں رہتی چوتھی یہ کہ ختم نبوت کے عقیدہ پر بھی کوئی زد نہیں پڑتی۔ پانچویں
بیکہ آیت وَلَکِنَّ الرَّسُولَ اِنَّہٗ وَخَالَہُ الَّذِیْنِ کِی تَکْذِیْبُ لَازِمِ نِہِیْنِ اَتٰی غَرَضُکَ مَسْأَلُوْنِ

(فقیدہ حاشیہ صفحہ ۷) حایاں حیات ص ۷۰ "وامامکم" کی داؤد کو داؤد عالمی قرار دے کر یہ کہتے ہیں کہ حب ابن
مریم نازل ہوگا تو اس وقت امام نبوی موجود ہوگا مگر لطف یہ ہے کہ اس حدیث میں نبوی کا کوئی ذکر نہیں۔ اور
احمدی صاحبان اس داؤد کو داؤد تفسیری ٹھہراتے ہیں اور اس کے ثبوت میں قرآن کریم کی اس آیت تِلْکَ
اٰیٰتُ الْاَنْعَامِ وَکِتٰبُ مُبِیْنٍ کی داؤد کو بطور مثال کے چلے کر کہہ سکتے ہیں کہ ابی مریم کی یا شریعت کی کچھ ہے
کہ وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا چونکہ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں لہذا وہ دنیا میں نہیں آئیں گے اسباب یہ بیگونی حضرت
میرزا غلام احمد کے ذریعے پوری ہو چکی ہے۔ مگر سرسید مرحوم اس اُن کے ہم خیال مسلمان یہ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت
عیسٰی ابن مریم کی وفات قرآن پاک سے ثابت ہے لہذا یہ حدیث ہی کلام ربانی کے خلاف ہے اور جو حدیث کلام
الہی کے خلاف ہو اس کا ماننا ضروری نہیں غرض کہ اس حدیث کے تعلق اہل اسلام میں ذیل کے تین گروہ پائے جاتے
ہیں (۱) عام مسلمان تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کا زوال آسمان سے ہوگا حالانکہ آسمان کا لفظ
حدیث میں موجود نہیں اور نہ حضرت عیسیٰ کا آسمان پر ٹھایا جانے کی حدیث ثابت آسلاط (۲) سرسید مرحوم اور اُن
کے ہم خیال مسلمان یہ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عیسیٰ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں لہذا اُن کا زوال نہیں ہوگا اور
یہ حدیث نہ صرف قرآن مجید کے بلکہ سنت اللہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ مژدے دنیا میں دایں نہیں آتے۔

فَقَسِّکَ الَّذِیْ قَسَّیَ عَلَیْہَا الْاَوَّلَیْنَ ہر نہ کیجئے اگر فوت شدہ لوگوں نے دنیا میں دایں ہی آنا ہوتا تو ہر قرآن حکیم
میں یہ حکم بھی ہونا چاہئے تھا کہ مُردِ اُن کو نہ صرف اُن کی وراثت ہی بلکہ بیویاں بھی دے دے۔

(۳) احمدی صاحبان یہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں چنانچہ وہ بڑے

نہایت شہرے سے اٹھا پڑھتے ہیں۔

ابی مریم گیا جی کی قسم داخل جنت ہوا وہ محترم

مازلے اُس کو قون مر لبر اس کے مر جانے کی دنیا ہے خیر

(راتی حاشیہ صفحہ ۷)

کی وہ تمام مشکلات جو کہ نزولِ مسیح کے ساتھ وابستہ ہیں حل ہو جاتی ہیں اور قرآنِ کریم اور حدیثِ شریف کی ایسی ریکٹ تادیبیں بھی نہیں کرتی پڑتیں۔ جو کہ قطعاً عقلِ سلیم کے خلاف ہوں مثلاً حضرت عیسیٰ کا بچہ عنقریب آسمان پر جانا اور پھر بغیر کھانے پینے کے وہاں زندہ رہنا اور اتنے عرصہ میں اُن کے بدن میں کسی قسم کا تغیر نہ آنا اور پھر آسمان سے اُن کو دجال کو قتل کرنا۔ اب ایسی غلط تادیبوں کا ایک نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ عیسائیوں کے باطل عقیدے الوہیتِ مسیح کی خواہ مخواہ بھی تائید ہو جاتی ہے۔

دوسرا یہ کہ حامیانِ حیاتِ مسیح کو اتنی بھی ہمت نہیں پڑتی کہ عیسائیوں کو اتنا ہی کہیں کہ حضرت مسیح خدا نہ تھے کیونکہ وہ تو فوت ہو چکے ہیں اور جو مرحلے وہ خدا نہیں ہوتا۔ اب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷)

وہ نہیں! ہر رہا اموات سے ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

اور اس حدیث کو بھی صحیح مان کر ابنِ مریم اور نزول کے الفاظ کی یہ تشریح کہتے ہیں کہ ابنِ مریم ایک امام ہو گا اور وہ یہاں سے ہی پیدا ہو گا کیونکہ حدیث میں "آسمان سے اترنے کے الفاظ نہیں ہیں البتہ نزول کے معنی پیدا کرنے کے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے: **وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ**۔ اور ہم نے وہ پیدا کیا۔ (آیت ۲۵) اور پھر اس پیش گوئی کو حضرت میرزا غلام احمد چچاں کہتے ہیں۔ گویا اس طور پر قرآنِ کریم اور حدیثِ شریف کی آپس میں مطابقت کر کے حضرت میرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا ثابت کرتے ہیں مگر ان کی نبوت کے متعلق پھر اختلاف کرتے ہیں چنانچہ قادیانی احمدی تو یہ کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ اور لاہوری احمدی یہ کہتے ہیں کہ وہ مجدد تھے غرض کہ پھر بھی اُن میں جھگڑا ہی رہتا ہے۔ البتہ سرسید جو م کی تاویل ان کو کرتا جھگڑا انہیں کرنا پڑتا۔ عہدہ ان میں حیب بندوستان میں سب سے پہلے سرسید احمد خاں مرحوم نے قرآنِ کریم کی دوسری دفعاتِ مسیح کو ثابت کر دیا تو اس وقت حضرت میرزا غلام احمد قادیانی حیاتِ مسیح کے ہی قائل تھے مگر جب خدا کی وحی کے ذریعے انہیں یہ بتلایا گیا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ تو پھر داناتِ مسیح کے قائل ہو گئے۔

ایسا بھول کو ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والی ہستی کو مٹانے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا عمدہ دلیل ہو سکتی ہے اور اللہ لا الہ الا هو الحق القیوم کو مٹانے کے لئے کیا اچھا موقع ہے مگر انفس اکثر مسلمانوں کی سمجھ میں یہ ایک مدلل بات بھی نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اشاعت اسلام سے کوئی چنداں سرزد کار نہیں کھینچے گو یہ حیات متبع کو بلکہ کریمایوں کو تو عید کا منوا تا ہی بھول گئے حالانکہ قرآن مجید میں مذکور اسلام کی تبلیغ کے لئے بار بار تاکید کی گئی ہے۔

تیسرا یہ کہ نزدل شیخ کو مٹانے والے مسلمان رسول اللہ کے آخری نبی ہونے پر کوئی دلیل نہیں لاسکتے جب تک کہ حضرت عیسیٰ کا درجہ کم یعنی ڈیگریڈ کر کے انہیں نبی سے امتیاز نہ بنالیں کیونکہ ان کے دلوں میں پہلے سے ہی یہ خیال سایا ہوا ہے کہ دجال کو قتل کرنے کے لئے نبی حضرت عیسیٰ کی ضرورت ہے لہذا رسول اللہ آخری نبی کیونکہ ہوں۔ ایسے صاحبان اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ایک نبی کو امتیاز بنانا ایسی ہی غلطی ہے جیسا کہ تازیانی حضرات ایک امتی کو نبی بنانے میں کر رہے ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ ایک گروہ تو ایک نبی کا درجہ کم کر کے اُسے امتی بنا لے اور دوسرا گروہ ایک امتی کا درجہ بڑھا کر اُسے نبی بنا تا ہے گویا دونوں گروہ افراط اور تفریط میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ آمین۔

(۸) علامہ انبیل کچھ عرصہ سے مسلمانوں میں ایک اور گروہ پیدا ہو گیا ہے جسے ”قادیانی“ کے نام سے پکارا جاتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ آخری نبی نہیں ہیں کیونکہ ان کے بعد نئے نبی آتے رہیں گے چنانچہ قادیانی حضرات فی الحال حضرت میرزا غلام احمد قادیانی کا نبی ہونا تسلیم کرتے ہیں اور جو شخص اُس پر ایمان نہ لائے اُسے کافر قرار دیتے ہیں دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ ان حضرات کے بالمقابل ایک اور مستقل نبی کھڑا کر کے شرک فی الثبوت کرتے ہیں جس کی اصل غرض یہ ہے کہ رسول اللہ کی نبوت کو آہستہ آہستہ اہل اسلام کے دلوں سے فراموش کر دیا جائے جس کے لئے ذیل کے ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلا ثبوت تو یہ ہے کہ قادیانی صاحبان جتنا زور حضرت میرزا صاحب کی نبوت کے

ملے حالانکہ حضرت میرزا صاحب کا صاف ارشاد ہے کہ میری طرف دھی کی گئی ہے کہ دین و حقیقت صرف اسلام ہی ہے پس جس طرح اللہ تعالیٰ واحد اور اکلیل ہے اسی طرح ہمارے رسول بھی واحد اور ایکلے رسول ہیں چودھری صاحب

(۸) علامہ انبیل کچھ عرصہ سے مسلمانوں میں ایک اور گروہ پیدا ہو گیا ہے جسے ”قادیانی“ کے نام سے پکارا جاتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ آخری نبی نہیں ہیں کیونکہ ان کے بعد نئے نبی آتے رہیں گے چنانچہ قادیانی حضرات فی الحال حضرت میرزا غلام احمد قادیانی کا نبی ہونا تسلیم کرتے ہیں اور جو شخص اُس پر ایمان نہ لائے اُسے کافر قرار دیتے ہیں دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ ان حضرات کے بالمقابل ایک اور مستقل نبی کھڑا کر کے شرک فی الثبوت کرتے ہیں جس کی اصل غرض یہ ہے کہ رسول اللہ کی نبوت کو آہستہ آہستہ اہل اسلام کے دلوں سے فراموش کر دیا جائے جس کے لئے ذیل کے ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔

منوانے پر لگا رہے ہیں اس کا سوا ہواں حصہ بھی رسول اللہؐ کی نبوت کے منوانے پر نہیں لگاتے اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی نسبت میرزا صاحب کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ اُن کا منوا نامقدم سمجھا جاتا ہے مگر اس بات کا مطلقاً کوئی خیال نہیں کیا جاتا کہ ابھی تک ایک ہی نبی صاحب شریعت حضرت محمد رسول اللہؐ کو تو دنیا بھر کے غیر مسلموں کو منوایا نہیں گیا اب دوسرے بے شرع نبی کے منوانے کی کیا ضرورت پر لگئی جو ایک وقت میں دو دو نبی منوائے جائیں حالانکہ آج کل کے لوگ تو ایک ہی نبی کو ماننے کو تیار نہیں تو پھر دو دو نبی کیسے مان لیں۔ مثال کے طور پر ہندوستان کو ہی لے لیجئے کہ اس میں ابھی تک اُن گوں کی کثرت ہے جو کہ رسول اللہؐ کو ہی نہیں ماننے والے ایسی حالت میں میرزا صاحب کی بے شرع نبوت کی داغ بیل ڈالنا کوئی عقلمندی نہیں کیونکہ ایک باشرع نبی کی موجودگی میں ایک بے شرع نبی کو منوانا کوئی فائدہ نہیں دیتا یہی سبب ہے کہ کوئی ذہین شخص اُس پر ایمان لانا پسند نہیں کرتا۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ بتنا ذکر حضرت میرزا صاحب کا کرتے ہیں اس کا عشرِ شیعہ بھی رسول اللہؐ کا ذکر نہیں کرتے جیسا کہ اُن کی شایع شدہ مذہبی کتب اور گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے حالانکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے خود رسول اللہؐ کا اتنا ذکر بلند کیا ہے کہ کوئی شخص اُن کی شان کو پہنچ نہیں سکتا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** اور ہم نے تیرے ذکر کو تیرے لئے بلند کیا۔ ۹۴ چنانچہ اسی کے ماتحت آنحضرتؐ کی شان میں کسی بزرگ نے کیا خوب کہل ہے ۵

بعد از حد بزرگ توئی فقط مختصر

تیسرا ثبوت یہ ہے کہ جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰؐ کی شان کو کم کیا جاتا ہے چنانچہ قادیانی حضرات علانیہ کہتے ہیں کہ اب صرف حضرت محمد رسول اللہؐ پر ایمان لانے سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میرزا صاحب قادیانی کی نبوت پر ایمان نہ لائے یہی وجہ ہے کہ قادیانی صاحبان اُن لوگوں کو بھی جو رسول اللہؐ پر تو ایمان رکھتے ہیں مگر حضرت میرزا غلام احمدؒ کی ہوتا تسلیم نہیں کرتے کہ فریبھتے ہیں حالانکہ ایک شخص آنحضرتؐ کا کلمہ پڑھنے یعنی توحید اور

رسالہ کا اقرار کرنے کے ساتھ ہی ایسا مومن ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد کسی اور شخص پر ایمان لانے کی کوئی حاجت ہی نہیں رہتی جیسا کہ تیرہ سو سال سے چلا آرہا ہے جو کہ ختم نبوت پر ایک اعلیٰ دلیل ہے۔ اب حضرت میرزا صاحب کی نبوت کو جزو ایمان قرار دینا نہ صرف کلمہ طیبہ کو منسوخ کرنا ہے بلکہ رسول اللہؐ کی شان کو بھی کم کرنا ہے مگر یہ نکتہ قادیانی احباب کی سمجھ سے بالاتر ہے جو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جیسا ایک شخص صرف رسول اللہؐ پر ایمان لانے سے مومن ہو جاتا ہے تو پھر میرزا صاحب پر ایمان لانا کیوں ضروری تھوڑا جب کہ قرآن مجید میں مسیح موعودؑ کا کوئی ذکر ہی نہیں بلکہ آنحضرتؐ کا آخری نبی ہونا ثابت ہوتا ہے وَلَیْکُمْ رَسُوْلٌ اللّٰهُ وَحَآلَہُ النَّبِیِّیْنَ ؑ کی آیت پر غور کیجئے۔

چوتھا ثبوت یہ ہے۔ کہ کہنے کو تو حضرت میرزا غلام احمد کو بے شرع بنیانا جاتا ہے مگر انہیں مان کر تمام کلمہ گواہ اہل اسلام کو جو کہ انہیں نبی نہیں مانتے کا کفر قرار دیا جاتا ہے ان کے جانڈل کا پڑھنا اور انہیں رکھا جاتا، ان کے نکاح میں احمدی لڑکی کا دنیا حرام سمجھا جاتا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا پڑھنا بھی جائز نہیں سمجھا جاتا۔ غرض کہ انہیں نبی نہ کہ وہ کام کئے جاتے ہیں جن سے یہ کیفیت معلوم ہوتی ہے کہ وہ تو صاحبِ شریعت نبی تھے مگر انہیں صاحبِ شریعت نبی سمجھا نہیں جاتا اب اس پر میں بھی وہی الفاظ کہتا ہوں جو کہ میاں صاحب نے اپنے والد صاحب کے متعلق تحریر کئے ہیں ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

میرے الفاظ میاں صاحب کے متعلق

میاں صاحب نہیں جانتے کہ میرزا صاحب

میاں صاحب کے الفاظ حضرت میرزا صاحب کے متعلق

اور انہیں جانتے تھے کہ میں دعوئے

سلسلہ اب قادیانی حضرات خود فصاحت کے دیکھ لیں کہ آیا حضرت میرزا صاحب کی ذات سے اہل اسلام کو نقصان پہنچا ہے یا فائدہ۔ نقصانات تو صاف ظاہر ہیں کہ مسلمانوں کی تکفیر کرنے کے لئے ایک اور گروہ پیدا ہو گیا۔ اور کچھ غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کے مسلمانوں کو بھی اسلام سے خارج کر دیا۔ اب ایسی ہی ہستی کو جس سے توہم کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچے۔ کوئی شخص کیوں مانے؟

کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے
سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے
کا انکار کرتا ہوں حقیقت النبوة صفحہ ۱۲
کے دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو صاحب
شریعت نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں
جاتی مگر اُن کے صاحب شریعت نبی ہونے کا
انکار کرتا ہوں۔

جیسے حضرت مسیح موعود بقول میاں صاحب اپنے دعوے کی کیفیت تو نبی کی بیان کرتے تھے۔
مگر نبی ہونے کا انکار کرتے تھے اسی طرح سے اُن کے صاحبزادہ صاحب بھی اپنے باپ کے دعوے
کی کیفیت تو صاحب شریعت نبی کی بیان کرتے ہیں مگر اُن کے صاحب شریعت نبی ہونے کا انکار
کرتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ دعوے کو کچھ رکھنا مگر دعوے کی کیفیت کچھ اور بیان کرنا صریحاً لوگوں کو
دھوکا دینا ہے بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا دھوکا ہو سکتا ہے کہ ایک بے شرع نبی کی اڑیں ایک صاحب
شریعت نبی کے احکام کو منسوخ کیا جاتا ہے تاکہ میرزا صاحب کی نبوت کا ہی چرچا ہے حالانکہ حضرت
میرزا صاحب نے صاف لکھا ہے کہ میرے دعوے کے انکار سے ہرگز کفر لازم نہیں آتا۔ (از بقی القلوب)
اور اب یہی میں اہل قلم کو کافر نہیں کہتا (حقیقت الوحی) اب حضرت میرزا صاحب کو نبی منوانے
کے لئے یہ منطق پیش کی جاتی ہے کہ جب مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اُن کے نہ ماننے سے
تو کفر لازم آئے گا تو پھر وہ ڈر کر اُن پر ایمان لے آئیں گے۔ ماشاء اللہ کیا ہی اچھی دلیل ہے۔

پانچواں ثبوت یہ ہے کہ مکمل تو حضرت محمد رسول اللہ کی شریعت پر کیا جاتا ہے مگر
آپ کی نبوت کو کفر اور اسلام کے مابین حد فاصل قرار نہیں دیا جاتا بلکہ شیعہ حد فاصل وہ عظیم الشان
ہستی ہوتی ہے جس کے نہ ماننے سے تو انسان کفر کی حالت میں ہے اور اُس پر ایمان لانے سے
اسلام میں داخل ہو جائے اب تا دایمی صاحبان حضرت محمد رسول اللہ کو تو لغو بالہند اس مبنی عقلم
سے جانتے ہیں اور حضرت میرزا غلام احمد کو اس مقام پر بٹھاتے ہیں گویا اُن کی نبوت کو کفر اور اسلام
کے مابین حد فاصل قرار دیتے ہیں چنانچہ وہ علانیہ کہتے ہیں کہ خواہ کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ
کا کلمہ بڑھ کر توحید اور رسالت کا اقرار کرے۔ نماز پڑھے۔ زکوٰۃ دے روزہ رکھے اور حج کرے۔

یہاں تک کہ کفر کا غیر جائز نہیں ہے۔

بے باوجود رسول اللہ کا یہ ارشاد حق کفر اهل لا الہ الا اللہ کفر اهل الکفر اوتوب لا حول ولا قوۃ الا باللہ بن عمر جو یکے پھر بھی نمایاں

وہ مسلمان نہیں جب تک کہ وہ حضرت میرزا صاحب کو بنی نہ مانے۔ کیا یہ ایک مضحکہ خیز سی بات نہیں کہ شریعت تو حضرت محمد رسول اللہ کی مانی اور منوائی جائے مگر نبوت میرزا صاحب کی حد فاصل قرار دی جائے۔ دوستو! ”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“ اب یہ کس قدر ظلم اور بے انصافی ہے کہ ایک صاحب شریعت نبی کے درجہ کو کم کر کے ایک ایسے شخص کو فوقیت دی جاتی ہے جس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بے شرع نبی تھا حالانکہ اس کے اپنے ہی قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں“ حماۃ البشر صفحہ ۹۹

(۹) اب حضرت میرزا غلام احمد کو ایسا درجہ دینے کا جس کے وہ اہل نہیں ہیں یہ نتیجہ نکلا کہ ایک تو تادیابی گروہ کو رسول اللہ کے آخری نبی ہونے کا انکار کرنا پڑا دوسرے اہل اسلام میں دشمنی پھوٹ اور تفرقہ ڈالنا پڑا تیسرے نبی کی رٹ لگا کر چالیں کروڑ مسلمانوں کو کافر ٹھہرانا پڑا جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کو حضرت میرزا صاحب کے خلافت نہ صرف ناشائستہ الفاظ کہنے بلکہ نفرت پھیلانے کا موقع مل گیا چونکہ غلو کر کے نہ صرف غائبین بلکہ ضالین بننا پڑا حالانکہ مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی گئی تھی کہ اے اللہ ہمیں ضالین کا راستہ نہ دکھا۔ بلاشبہ ضالین وہ انسان ہوتا ہے جو ایک شخص کے متعلق غلو کر کے اس کے درجے کو بڑھائے جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کا درجہ بڑھا کر انہیں ان کی وفات کے بعد خدا ٹھہرایا جس کی بنیاد سینٹ پال نے رکھی اسی طرح سے قادیانیوں نے حضرت میرزا غلام احمد کا درجہ بڑھا کر انہیں ان کی وفات کے بعد مجدد سے نبی بنایا جس کی بنیاد ان کے صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب نے رکھی۔ دوستو! جب مسیح موسوی کا درجہ بڑھانے والے ضالین ہو سکتے ہیں تو پھر مسیح محمدی کا درجہ بڑھانے والے کیونکر ضالین نہیں ہو سکتے چنانچہ اس گمراہی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ**۔ اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلوت کرو۔ (۵۰۔ ایت ۷۷) باوجود الہی ہدایت ہونے کے پھر بھی مسیح موسوی اور مسیح محمدی کے متعلق غلو کرنے میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عیسیٰ کے متعلق غلو کرنا

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيُحْيِي ابْنَ مَرْيَمَ
 ءَأَنْتَ قُلْتُ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي ذُرِّيَّةً
 الْهَيْئِ مِنْ ذُرِّيَةِ اللَّهِ ط قَالَ
 سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ
 مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ ط إِنْ كُنْتُ
 قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ء تَعْلَمُ مَا
 فِي نَفْسِي وَكَأَ الْعُلَمَاءِ فِي نَفْسِكَ
 إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا
 قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ
 أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَ
 كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مِمَّا دُمْتُ
 فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَرَيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ
 الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ
 شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ اور جب اللہ نے کہا
 اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا
 تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا بڑا
 بنا لو! کہا تو پاک ہے مجھے کہاں شاہاں تھا کہ
 میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے
 ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا تو جانتا
 ہے جو کچھ میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا

حضرت میرزا غلام احمد کے متعلق غلو کرنا

حضرت میرزا غلام احمد کی وفات ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء
 کو واقع ہوئی اُن کی زندگی میں اُن کی جماعت
 میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ وہ نبی تھے
 پنا سچے اُن کے صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود
 صاحب کا بھی ۱۹۱۱ء تک یہی اعتقاد تھا کہ آنحضرت
 آخری نبی ہیں اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا
 کیونکہ آپ پر تمام نبیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ جیسا
 کہ ذیل کی دو تحریرات سے ثابت ہوتا ہے۔

۱) یہاں آپ کے خاتم النبیین ہونے کے
 متعلق ایک پیشگوئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت
 سے پہلے دنیا میں سیکڑوں نبی گذرے ہیں۔
 مگر آنحضرت کے دعویٰ کے بعد تیرہ سو برس گذر
 گئے کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعویٰ کر کے
 کامیابی حاصل نہیں کی۔۔۔۔۔ مگر آپ کی اجنت
 کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا اب کیوں کوئی کامیاب
 نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے
 کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔۔۔۔۔ پس اس کی طرف
 اشارہ تھا کہ کَانَ لِلَّهِ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔
 یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا۔ اور ہم
 جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا
 (تَحْفِظُ الْأَذْهَانِ لِابْنِ الْأَبِیْلِ ۱۹۰۸ء جلد ۱ ص ۱۵۱)

(۱۲) ”اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ آپ کی اتباع کی برکت سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں۔ جو بڑے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ علما و مستی کا انبیاء بنی اسرائیل اور آپ کا فیض قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا!“
 (اخبار بدر جلد ۸ نمبر ۲۱ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء کالم علما و زعمان خاتم النبیین)

جو تیرے جی میں ہے تو ہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے اُن سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جن کو تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں اُن میں تھا پھر جب تو نے مجھے وفات سے دی تو تو ہی اُن پر نگہبان بننا اور تو سرچیز پر گواہ ہے۔ (۵ آیت ۱۱۶ و ۱۱۷) مذکورہ بالا آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسا یوں نے حضرت عیسیٰ کو اُن کی وفات کے بعد خدا بنایا جس پر مفصل بحث حصہ اول میں کی گئی ہے۔

مذکور بالا تحریرات سے صاف ظاہر ہے کہ خدا دیا نبیوں نے بھی حضرت میرزا غلام احمد مہدوم کو اُن کی وفات کے بعد نبی ٹھہرایا اور تمنا بھی غور نہ کیا کہ جب رسول اللہ آخری نبی میں اور اُن پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ ہو گیا تو پھر بے شرع نبوت کیسے باقی رہ گئی؟

در اصل بات یہ ہے کہ عیسیٰ ہی صاحبزادہ صاحب مولوی نور الدین صاحب مہدوم کی وفات کے بعد سال ۱۹۱۱ء میں حلیفۃ المسیح ثانی کا لقب اختیار کر کے خلافت کی گدی پر جلوہ افروز ہو گئے تو پھر اپنی مذکورہ بالا تحریرات کے خلاف یہ اعلان کر دیا کہ میرے والد صاحب حضرت میرزا غلام احمد نو نبی تھے گرچہ وہ خود ۱۹۰۸ء تک نبی ہونے کا انکار کرتے رہے کیونکہ اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے اس لئے ”سال ۱۹۰۸ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے کا انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں۔ اور اُن سے محبت کپڑا فی غلط“ حقیقت النبوه صفحہ ۱۷۱ جس پر مفصل بحث حصہ دوم میں کی گئی ہے۔

۱) علاوہ انہیں مسیح موسوی اور مسیح محمدی میں ایک حیرت انگیز مماثلت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو نہ مارنے والے یہودی اور نہ مارنے والے عیسائی دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ وہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے لعنتی ہوئے مگر اس سے جو نتائج نکلے جاتے ہیں وہ مختلف ہیں۔ یہودی تو یہ کہتے ہیں کہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے وہ لعنتی ہوا لہذا وہ جھوٹا نبی تھا مگر اس کے بالمقابل عیسائی یہ کہتے ہیں کہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے وہ لعنتی تو ضرور ہوا مگر ہمارے گناہوں کا بوجھ اُس نے اٹھالیا لہذا ہم نجات پا گئے گویا طرفین حضرت عیسیٰؑ کو لعنتی ٹھہرا کر ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں اسی طرح سے مسیح محمدی کو نہ مارنے والے مسلمان اور ماننے والے قادیانی دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت میرزا غلام احمدؒ نے نبوت کا دعوے کیا مگر اس سے جو نتائج نکلے جاتے ہیں وہ مختلف ہیں۔ نہ مارنے والے تو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ میرزا صاحب نے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا لہذا وہ اور اسکے ماننے والے کافر اور قادیانی صاحبان ختم نبوت کا انکار کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت میرزا صاحب نے نبوت کا دعوے تو کیا لہذا جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر۔ گویا طرفین حضرت میرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت اس غرض سے منسوب کرتے ہیں تاکہ ایک دوسرے کو کافر ٹھہرا سکیں بلاشبہ جیسے یہودی اور عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی طرف صلیبی نبوت منسوب کرنے میں غلطی پر ہیں اسی طرح سے مسلمان اور قادیانی حضرت میرزا غلام احمدؒ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنے میں غلطی پر ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ نہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر مرے اور نہ لعنتی ہوئے اسی طرح سے نہ حضرت میرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا اور نہ نبی ہوئے

۲) بعض اہل اسلام ختم نبوت کے عقیدہ کے ماتحت یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے بعد ہر قسم کے مبشرات اور مکالمات الہیہ کا دروازہ ہی بند ہو گیا ہے جو کہ قطعاً ذیل کی آیات اور حدیث کے خلاف ہے۔

۱) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَّكَانُوْا يَتَّبِعُوْنَ ۝ لَّهُمْ الْبُشْرٰى ۙ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

شَیْئَہٗ لَہُمْ، کی تینوں منیر میں حضرت مسیحؑ کی طرف جن کا ذکر پہلے سے ہو رہا ہے پھرتی ہیں اب وَلَٰٰکِنْ شَیْئَہٗ کے ماتحت یہ کہتا کہ کسی دوسرے شخص کو حضرت مسیحؑ کی مشابہت پر بنا دیا گیا تھا سرسرجہاں ہے کیونکہ اس موقع پر سولے حضرت مسیحؑ کے اور کسی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا اور منیر ہمیشہ اس کی طرف پھرتی ہے جس کا ذکر پہلے موجود ہو۔ خدا جانے کہ یہ ایک آسان سی بات بھی ہمارے علمائے کرام کی سمجھ میں کیوں نہیں بیٹھتی۔

(۳) افسوس تو صرف اس امر کا ہے کہ مولوی صاحبان اور دیگر براہِ راست اسلام آتا بھی نہیں سوچتے کہ جب اُس قادرِ مطلق نے اکثر انبیاء علیہ السلام کی اس زمین پر اتنی حفاظت کی کہ اُن کے دشمن انہیں قتل نہ کر سکے چنانچہ اس سنت کے ماتحت ہی رسول اللہؐ کی بھی اتنی حفاظت کی گئی کہ ہجرت کے موقع پر آپ کے مکان کے ارد گرد قتل کے ارادہ سے گھیر ڈالنے کے باوجود اور جنگ اُحد میں آپ کا دانت مبارک شہید ہونے کے پھر بھی دشمن آپ پر قابو نہ پاسکے۔ تو کیا وہ مخذیر الما کوین یعنی بہتر تدبیر کرنے والا حضرت عیسیٰؑ کو اسی زمین پر اُن کے دشمنوں سے بچانے پر قادر نہ تھا؟ جو یہودیوں کے خوف کی وجہ سے آسمان پر بے جا رکھ دیا رکھنے کی ضرورت پڑی۔ اب یہ خوف تو اُس وقت تک لگا ہے گا۔ جب تک کہ یہودی موجود ہیں لہذا اُن کا نزول نہیں ہو گا کیونکہ جن وجوہ کے ماتحت اُنہیں آسمان پر اٹھایا گیا تھا وہ تو بدستور قائم ہیں۔

اور اگر حضرت عیسیٰؑ دوبارہ اُسی جابئی تو یہودی یہ کہہ کر کہ یہ ہمارا پُرانا مجرم ہے جو عرصہ سے مفرد تھا پھر گرفتار کر لیں گے ایسی حالت میں اُن کو بھیجنا گویا اُنہیں اُن کے دشمنوں کے حوالے کرنا ہے جو کہ اللہ کی شان کے خلاف ہے کیونکہ جب ایک انسان کسی شخص کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے تو پھر وہ بھی اُسے اس کے دشمنوں کے حوالے نہیں کرتا۔ چہ جائے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اُن کے دشمنوں کے حوالے کر دے اگر یہ کہا جائے کہ دوبارہ اُن پر اُن کی حفاظت کی جائے گی تو پھر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پہلے وہ قادرِ مطلق اُن کی حفاظت زمین

پر کیوں نہ کر سکا جو آسمان پر لے جانے کی ضرورت پڑی جو کہ سنت اللہ کے خلاف ہے حالانکہ اس کا اپنا ارشاد ہے وَكُنْ تَحْتَ الْإِسْطِیَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْہِ اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہ کیا۔ (۱۸)

(۵۱) اسی سلسلہ میں اکثر عیسائی صاحبان شارع عام بازاروں اور دیگر مختلف مقاموں پر کھڑے ہو کر بڑے زور شور سے یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اس قدر خدا کے پیارے تھے کہ جب اُن کے دشمنوں نے اُنہیں گرفتار کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں فرشتوں کے ذریعے آسمان پر اُٹھا لیا تاکہ یہودی اُنہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دے سکیں مگر اس کے بالمقابل جب حضرت محمدؐ دل آٹھ جگہ اُنہیں دشمنوں کے زرخیز کئے اور اُن کا دانت مبارک بھی شہید ہو گیا تو اُس وقت اُنہیں آسمان پر اُٹھانے کے لئے خدا کی طرف سے کوئی فرشتہ نہ بھیجا گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ر نفوذ باللہ خدا کے پیارے نہ تھے حالانکہ اپنے دوستوں اور محبوبوں کی مدد کرنے کا وہی وقت ہوتا ہے جبکہ اُن کی جان پر مبنی ہوئی ہو بقول سعدیؒ

دوست آں باشد کہیر دوستِ درست در پریاں حالی و در ماندگی

(۶۱) اکثر عیسائی اعتراضات یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اُٹھایا اور حضرت محمدؐ رسول اللہؐ کو معراج کی رات آسمان پر بلایا تو حضرت عیسیٰؑ کو تو یہ کہا کہ جب تک ہماری مرضی ہے تمہیں اسی جگہ اپنے پاس ہی رکھیں گے مگر حضرت محمدؐ رسولؐ کو رات ہی رات واپس کر دیا۔ اب کون پیارا ہوگا؟ برادران اسلام کے لئے غور کرنے کا مقام ہے کہ حب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو بعد عصری ہزار ہا سال سے آسمان پر رکھ سکتا ہے تو کیا وہ آنحضرتؐ کو معراج کے موقع پر دن کا ایک لمحہ بھی آسمان پر نہیں رکھ سکتا تھا؟ جو رات ہی ات واپس کرنا پڑا اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص نے بڑے شوق سے اپنے دو ہم رتبہ دوستوں کو ملنے کے لئے بلایا ایک دوست کی تو نہ صرف دن رات بہت تواضع کی بلکہ یہ کہا کہ جب تک ہماری مرضی ہے تمہیں اپنے پاس ہی رکھیں گے اور دوسرے دوست کو صرف چائے کی پینالی پر ہی ٹالا اور رات ہی رات واپس کر دیا اب کون اس کا زیادہ محبوب ٹھہرا؟ مگر انہوں نے یہ ایک

معمولی سی مثال بھی مولوی صاحبان کی سمجھ میں ہرگز نہیں بیٹھتی۔

(۷) عام طور پر عیسائی حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ تو زندہ آسمان پر موجود ہیں اور حضرت محمد رسول اللہؐ فوت شدہ زمین میں مدفون۔ لہذا اُن کا درجہ بڑا ہے تو اس کے جواب میں اکثر اہل اسلام ترازو کی مثال دے کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ جو چیز ہلکی ہوتی ہے وہ تو اوپر جاتی ہے اور جو بھاری ہوتی ہے وہ نیچے بیٹھ رہتی ہے مگر اس کے جواب میں حب عیسائی صاحبان یہ کہہ دیتے ہیں کہ بقول اہل اسلام حضرت مسیحؑ تو چہارم آسمان پر ہیں اور معراج کی رات میں حضرت محمد رسول اللہؐ ساتویں آسمان پر گئے تھے تو کیا وہ اُس وقت لغو ذلالت اللہ اُن سے ہلکے ہو گئے تھے؟ تو پھر مولوی صاحبان اس قدر بغلیں جھانکنا شروع کر دیتے ہیں کہ اپنا دیا ہوا جواب بھی بھول جاتے ہیں۔ اب ایسی بے جا باتوں اور غلطادیوں کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عیسائیوں کو خواہ مخواہ بھی حضرت عیسیٰؑ کا درجہ بڑھانے اور حضرت محمد رسول اللہؐ کا درجہ کم کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

(۸) علامہ ازیں اکثر اہل اسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مجھے آخر الزمان نبی حضرت محمد رسول اللہؐ کی امت میں داخل کیجیو۔ سو اللہ نے اُن کی دعا قبول کی اور اُنہیں آسمان پر اُٹھالیا لہذا وہ دوبارہ اُکرا حضرت کے امتی بنیں گے۔ اب اُن کی ایسی دعا کسی مذہبی کتاب میں نہیں پائی جاتی اور نہ یہودیوں اور عیسائیوں میں اُس کا کوئی چرچا پایا جاتا ہے اگر کوئی ایسی دعا ہوتی تو ضرور مقدس بائبل یا قرآن کریم میں اس کا کچھ ذکر ہوتا یا رسول اللہؐ کا ہی کوئی ایسا ارشاد ہوتا کہ حضرت عیسیٰؑ نے میرا امتی بننے کی دعا مانگی تھی اس لئے اللہ نے اُنہیں آسمان پر اُٹھالیا۔ دوستو! جب قرآن مجید اور حدیث شریف سے حضرت مسیحؑ کا آسمان پر جانا ہی ثابت نہیں تو پھر اُترا کیا معنی رکھتا ہے صاحبان نظر اور فکر کے لئے غور کرنے کا مقام ہے۔

(۹) برادران اسلام! جب حضرت عیسیٰؑ کی ایک فرضی دعا سے جس کا کوئی ثبوت ہی نہیں یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ وہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے اور آج تک وہاں بحمدِ غنصری موجود ہیں۔

تو پھر حضرت محمد رسول اللہ کی اس دعا سے جو کہ آپ دو سجدوں کے درمیان پڑھا کرتے تھے۔ کیوں یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ وہ بھی بجد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور کچھ عرصہ وہاں رہے حالانکہ ایسی دعا کا ثبوت بھی احادیث سے ملتا ہے۔ اور اس میں رفع کا لفظ بھی موجود ہے جس کے ساتھ درجہ کا لفظ بھی نہیں۔ اس دعا کے الفاظ پر غور کیجئے۔ اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْ لِيْ وَ اَحْيِنِيْ وَ اَهْدِنِيْ وَ عَافِنِيْ وَ اَرْضِنِيْ وَ اجْبِرْنِيْ وَ اَدْرِ قَنِيْ۔ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور مجھے ہدایت اور سلامتی اور رزق دے اور میرے کام سہارے اور مجھے بسند کر۔ (ابوداؤد ابن ماجہ) اب یہ کس قدر ظلم اور بے انصافی ہے کہ جب رفع کا لفظ حضرت عیسیٰ کے لئے استعمال کیا جائے تو اُن کے حق میں تو آسمان پر اٹھانے کے معنی کر لئے جائیں اور جب یہی لفظ خود رسول اللہؐ اپنی دعائیں پڑھیں تو پھر اُن کے حق میں آسمان پر اٹھانے کے معنی نہ کئے جائیں۔

۱۱۷ اگر رفع کے معنی مجبور کو اٹھانے کے ہی ہیں تو پھر مسلمان اپنے ہی قول سے ایک تو یہ ثابت کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ رسول اللہؐ کی یہ دعا منظور نہ ہوئی کیونکہ وہ کبھی بھی بجد عنصری دن کا ایک لمحہ بھی آسمان پر نہ رہ سکے اور دوسرے اپنے ہاتھوں سے ہی حضرت عیسیٰ کے سر پر الوہیت کا سہرا باندھتے ہیں۔ جس سے عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع دیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ سنت اللہ کے خلاف غیر معمولی طریق پر کٹواری سے نطفہ کے بغیر روح سے پیدا ہونے کی وجہ سے انسانی سطح سے بالاتر تھے۔ گویا ان کی پیدائش معجزانہ تھی۔ یہی سبب ہے کہ اُن میں الوہیت تھی۔ اور وہ آسمان پر اٹھائے گئے اور بجد عنصری دن رات آسمان پر رہتے ہیں اور کھانے پینے کے محتاج بھی نہیں ہوتے مگر اس کے بالمقابل حضرت محمد رسول اللہؐ عام فاعل

لہذا وہ آنحضرتؐ کے صحابہؓ بھی اس دعا کو پڑھا کرتے تھے۔ مگر نہ تو ان کے دلوں میں کبھی یہ خیال آیا کہ رفع کے معنی آسمان پر اٹھائے جانے کے ہیں۔ اور نہ وہ کبھی بجد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے۔

کے مطابق نطفہ سے پیدا ہونے کی وجہ سے ایک معمولی انسان تھے گویا ان کی پیدائش معجزانہ تھی یہی باعث ہے کہ وہ معراج کی رات میں بھی بحمدِ نصری آسمان پر دن کا کوئی لمحہ نہ رہ سکے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معراج روحانی تھا نہ کہ جسمانی کیونکہ معراج کا رات ہی رات ہونا تو خواب میں ہی ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دن کو بھی خواب ہو سکتا ہے تو پھر بھی معراج تو روحانی ہی رہا تاؤنکہ لوگ معراج کرنے والے کو آسمان کی طرف چڑھتے اور کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد اترتے نہ دیکھ لیں جسمانی معراج کی تائید نہیں ہو سکتی۔ اگر آنحضرتؐ دن کا کچھ حصہ بھی آسمان پر رہتے تو صاف ثابت ہو جاتا کہ معراج جسمانی تھا مثلاً معراج والی رات کی صبح کی نماز ہی اپنے صحابہ کے درمیان نہ پڑھتے۔ اور دن کے وقت آسمان سے اترتے تاکہ لوگ انہیں دیکھ لیتے۔

(۱۱) علاوہ انہیں اکثر اہل اسلام حضرت عیسیٰؑ کی معجزانہ پیدائش کا ایک ثبوت یہ بھی دیتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی انہیں کتاب اور نبوت مل گئی تھی مگر اس کے بالمقابل حضرت محمد رسول اللہؐ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ آپؐ کو چالیس سال تک کتاب اور نبوت کا کوئی علم نہ ہو سکا ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت محمد رسول اللہؐ کے متعلق

وَمَا كَانَ لِنَبِيِّكَ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ
إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ دُونِ حِجَابٍ ۚ
يُرْسِلُ رَسُولًا يُؤْيِي بِآذَانِهِ مَا
يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيُّ حَكِيمٌ ۚ وَكَذَلِكَ
أَنْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا
كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا يُمَانُ ۚ
”اور کسی نبی کے لئے یہ میرے نہیں کہ اللہ اس
سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے
سے یا رسول بھیجے پس اپنے حکم سے جو چاہے

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق

فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ وَأَتَاوُا
يَمْزِلُهُمْ بَعْدَ حُسْنٍ شَيْئًا فَرِيقًا ۝
بِأُحْتِ هُنَّ دُونَ مَا كَانَ أَبُوكَ أَمْرًا ۚ
وَمَا كَانَتْ أُمُّكَ بَغِيًّا ۚ فَأَشَارَتْ
إِلَيْهِ طَائِفَةٌ مِمَّنْ كَانُوا فِي
الْمُحْضِرِ صَبِيًّا ۚ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ قَدْ
أَتَيْتُ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۚ ”پھر اسے
گودیں لے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی انہوں
نے کہا اے مریمؑ تو ایک عجیب چیز لائی ہے۔

دجی کہے وہ بڑا بلند صکت والا ہے۔ اور
اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے
روح بھیجی تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیب
ہے اور نہ یہ کہ اس پر ایمان (کیلئے)
(۴۲- آیت ۵۱ و ۵۲)

اے آدمی کی بہن تیرا باپ بڑا آدمی
نہیں تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی تو اس نے
اُس کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے کہا ہم
کس طرح اس سے کلام کریں جو کلابھی،
جھوٹے میں لڑکا ہے (عیسیٰ نے) کہا میں اللہ
کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور
مجھے نبی بنایا (۱۹- آیت ۲۶ تا ۳۰)

اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے پر اُن کی والدہ
مکرمہ انہیں اپنی گود میں اٹھا کر اپنی قوم کے پاس لے آئی۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ اے
مریم! تو نے نا جائز طور پر یہ بیٹا کیسے جن دیا نہ تو تیرا باپ بڑا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار
تھی اس پر ماں نے بجائے کچھ جواب دینے کے دُک کے کی طرف اشارہ کیا اس نے کہا میں
اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

(۱۲) اب مذکورہ بالا آیات کا حُرمت عیسیٰ کے حق میں ایسا ترجمہ اور تفسیر کرنا گویا عیسائیوں
کے ہاتھوں میں اسلام کے خلاف ایک حربہ ہے کہ یہ اعتراض کرنے کا موقع دینا ہے۔
کہ اصل نبوت تو حضرت عیسیٰ کی تھی کہ پیدا ہوتے ہی کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے
مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا اور حضرت محمد رسول اللہ کی نبوت (نعمو باللہ) چالیس سال کے
دنیاوی سحریات کی بنا پر تھی جب دنیا کا اوج نہیچ دیکھ لیا تب نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ

۱۵۔ ان آیات کا صحیح ترجمہ اور تفسیر دیکھنے کے لئے خاکسار کی کتاب ولادت مسیح ملاحظہ کیجئے
جس کے مطالعہ کے بعد ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ اعتراض پیدا کش کے متعلق نہ تھا۔ بلکہ نبوت
کے متعلق تھا جس کے ساتھ جواب کی سلاقت بھی پائی جاتی ہے۔

کر دیا۔ بہر حال اکثر اہل اسلام اپنے ہاتھوں سے ہی حضرت عیسیٰؑ کو وہ فضیلت دیتے ہیں جو کہ حضرت محمد رسول اللہؐ کو نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عیسائی کا مسلمان ہونا تو بہت مشکل مگر اس کے بالمقابل ایک مسلمان کا عیسائی ہونا بہت آسان۔ حضرت میرزا غلام احمد مجدد صدی چہادہم نے کیا خوب فرمایا ہے۔

مسیح ناصری را تا قیامت ز زہمی فہمند مگر دفون شرب را ز داود ناس فضیلت را
ہمہ عیسائیوں را ز مقال خود مدد دادند دلیری با پدید آمد پرستاروں میتیت را

(۱۳) خدا جانے ایسے حضرات کی ذہنیت کیسی ہے کہ کلمہ تو حضرت محمد رسول اللہؐ کا بڑھتے ہیں مگر ہر طرح کی فضیلت حضرت عیسیٰؑ کو دیتے ہیں پھر لطیف یہ ہے کہ ایسی فضیلتوں کو خصوصیت مسیحؑ قرار دیتے ہیں اور عیسائی صاحبان انہیں الوہیت مسیحؑ کے نام سے پکارتے ہیں۔ چنانچہ اکثر مسلمانوں کے اعتقادات اور سلمات جو کہ وہ ہر دو رسولوں کے متعلق رکھتے ہیں ذیل کے مقابلے میں پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین آسانی سے ایک تو یہ سمجھ سکیں کہ کس رسول کو فضیلت پہنچتی ہے اور دوسرا کس بات کا اعزازہ لگا سکیں کہ ایسے اعتقاد رکھنے والے مسلمان کیونکر عیسائیوں میں اپنے مذہب اسلام کی تبلیغ کر سکتے ہیں؟

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

(۱) حضرت محمد رسول اللہؐ کی والدہ محترمہ کو خاوند کے ذریعے بغیر خدا کی خاص قدرت کے حمل ہوا۔

(۲) حضرت محمد رسول اللہؐ نطفہ سے

(۳) حضرت محمد رسول اللہؐ کی پیدائش خدا

کا معجزہ تھی کیونکہ اُن کی ولادت باپ کے ذریعے ہوئی۔

(۴) حضرت محمد رسول اللہؐ کو چالیس سال کی

عمر تک کتاب اور ایمان کا علم نہ ہو سکا۔

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے متعلق

(۱) حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کمرہ کو خدا

کی خاص قدرت سے بغیر خاوند کے حمل ہوا۔

(۲) حضرت عیسیٰؑ روح سے پیدا ہوئے

(۳) حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش خدا کا

معجزہ تھی کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

(۴) حضرت عیسیٰؑ کو پیدا ہوتے ہی

کتاب اور نبوت مل گئی۔

(۵) حضرت عیسیٰ نے چمکا ڈر اور دیگر پرندے بنائے۔

(۶) حضرت عیسیٰ نے جسمانی مرنے زندہ کئے اور اندھ صول اور کوڑھیل کو شفا دی۔

(۷) حضرت عیسیٰ کو اتنا علم غیب تھا کہ لوگوں کو بتا دیا کرتے تھے کہ تم کھوٹ فلاں چیز کھا کر آئے ہو۔

(۸) جب حضرت عیسیٰ کے قتل کی تیاریاں ہو رہی تھیں تو اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا تاکہ انہوں نے کسی بھی دفعیٰ کی دعا نہیں مانگی۔

(۹) حضرت عیسیٰ ہزار سال سے بجمہر عصری آسمان پر رہتے ہیں کیونکہ کھانے پینے کا محتاج نہ ہونے کی وجہ سے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں آتا۔

(۱۰) حضرت محمد رسول اللہ نے کوئی جانور نہیں بنایا۔

(۱۱) حضرت محمد رسول اللہ نے نہ تو جسمانی مرنے زندہ کئے اور نہ اندھ صول اور کوڑھیل کو شفا دی۔

(۱۲) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔

(۱۳) جب حضرت محمد رسول اللہ کے قتل کی تیاریاں ہو رہی تھیں تو اللہ نے انہیں آسمان پر نہ اٹھایا بلکہ وہ کثرت سے دفعیٰ کی دعا پڑھا کرتے تھے۔

(۱۴) حضرت محمد رسول اللہ معراج کی رات میں آسمان پر دن کا ایک لمحہ بھی نہ رہ سکے کیونکہ کھانے پینے کا محتاج ہونے کی وجہ سے ان کے جسم میں تغیر آتا تھا۔

لَعْنَةُ ۛ وَرُسُلًا اِلٰى نَبِيِّ اِسْرَآءِیْلَ هَآ اِنِّیْ قَدْ جَسَمْتُ بِاَیْمَةٍ مِّنْ رَبِّکُمْ وَاِنِّیْ اَخُو ۛ
کَلَّمَ مِنَ الْطَّیْرِ لَهَیْئَةً اَطْعَمُوْا فَمَکِنْتُ کَلِمًا اِذَا دِنَ اللّٰهُ دَابِرُوْا اَلَا کَلِمَةً وَّلَا جَوْشَ وَدُحٰی
اَلْمَوْتِیْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَاَنْتَ کَلِمَةٌ بِنَا اَلْهَرْنِ وَاَنْتَ اَخْرَجْتَنِيْ مِنْ بَیْتِکُمْ اِنْ فِیْ ذٰلِکَ لَا یَہْدٰی کَلِمَةً کُنْتُ
مَعْمُوْمٌ ۛ اور وہ نبی اسرائیل کی طوطی ہو گا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بات لایا ہوں کہیں تمہارے لئے
کوچھنے پرند کی شکل کی مانند تجویز کرتا ہوں پھر اس کے اندر چمکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اُڑنے والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے حکم سے شب کو
اور صبح کو ہری مائلے کو چھانکتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور جو تم کھاؤ اور چمکتے گھروں میں ذخیرہ رکھو اس کی
خبر بتاؤ یہی یقیناً اس میں تمہارے لئے نشان ہے اگر تم نہ سہو۔ (آیت ۴۸)

(۱۰۱) حضرت عیسیٰ کے قول "فَلَمَّا تَوَلَّيْتَنِي" کے معنی اُن کے حق میں آسمان پر اٹھانے کے لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ آج تک زندہ آسمان پر موجود ہیں اور دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔

(۱۰۲) حضرت محمد رسول اللہ کے قول "فَلَمَّا تَوَلَّيْتَنِي" کے معنی اُن کے حق میں وفات دینے کے لئے جاتے ہیں چنانچہ اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ عرصہ سے زمین میں مدفون ہیں اور دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔

بلاشبہ حضرت عیسیٰ کی ایسی خود ساختہ تفصیلاتیں عیسائیوں کو اہل اسلام میں اپنا مذہب عیسویت پھیلانے کے لئے فقط کلام یعنی خفیہ مسیحی مبلغین کا کام ہے رہی ہیں مگر افسوس بلوچان اسلام نہ تو عیسائیوں کی سیاسی چالوں کو سمجھتے ہیں اور نہ مذہبی چالوں کو۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُحَمَّدٌ مِّنْ رَّبِّكَ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ

مُحَمَّدٌ تہا کہ مرسل ہیں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور

اللَّهُ وَخَالَتُمُ الْقَبَائِنَ لَوْ كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (سورہ بقرہ ۱۲۹)

اتمام محبت بر ختم نبوت حصہ اول

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ وفات پا چکے ہیں لہذا وہ دنیا میں دوبارہ نہیں آئیں گے۔

پہلی فصل

وہ آیات جن سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بعد مغربی آسان پر اٹھائے گئے۔

وَاِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسٰى اِنِّىْ مَقُوْلُكَ وَدَاعُكَ اِلٰى دُمُطَهْرٍ اَمِنَ الْاٰدِيْنَ

كَقَوْمِۭاَوْجَاعِلُ الْاٰدِيْنَ اَتَّبِعُوْا فَوْقَ الْاٰدِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَحِب

اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں اور

تجھے اُن سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں اُن پر جنہوں نے

انکار کیا قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں (۳۴ آیت م ۵)

ذکورہ بالا آیت کے متعلق مفصل بحث تو فیثات مسیح کے موقع پر کی جائے گی فی الحال رنج

کے لفظ پر ہی بحث کر کے یہ دکھانا مقصود ہے کہ رنج کے معنی حبوں کو آسان پر اٹھانے کے ہرگز

نہیں ہوتے۔ اس آیت کے تحت عام طور پر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ جب یہودی حضرت عیسیٰ

”بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ“ (آیت ۵۸) کو بطور وعدہ دہائی کے پیش کر کے یہ ترجمہ کیا جاتا ہے ”بلکہ اُن کو اللہ نے اپنی طرف اُٹھالیا“ اور آسمان کا لفظ اپنی گروہ سے زائد کر کے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ اُن کو آسمان پر اُٹھالیا۔ اب یہ نتیجہ بھی قطعاً غلط ہے کیونکہ رفع کے معنی آسمان پر اُٹھانے کے ہرگز نہیں ہوتے بلکہ قرب عطا کرنے اور درجات بلند کرنے کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام الرافع سے ثابت ہوتا ہے جس پر عربی کی مشہور لغات لسان العرب گواہ ہے اگر الرافع کے معنی جموں کو اُٹھانے والا کے ہی ہوتے تو پھر یہ چاہیئے تھا کہ دوسرے نبی بھی بجز معصی آسمان پر اُٹھائے جلتے گویا کسی کا جسم پہلے آسمان پر اور کسی کا دوسرے پر ترتیب وار تمام آسمانوں پر رکھے جلتے علاوہ ازیں ذیل کی آیات سے بھی رفع کے معنی درجات بلند کرنے کے ہی ثابت ہوتے ہیں۔

(الف) تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّن كَلَّمَ اللَّهُ دَرَجَةً بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ“ اُن رسولوں میں سے بعض کو میں نے بعض پر فضیلت دی ہے اُن میں سے وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کو مراتب میں بلند کیا (آیت ۲۵۳) اب اُدْوِشْنَا كَرَفَعْنَاهُ بِمَا دَرَجَاتٍ لِّكُنْهُ اُخْلَكَ اِلَى الْاَدْرَجِ وَ اَتَّبَعْمُ هَوَاهُ اداگر ہم چاہتے تو اُن کے درجے سے اس کا مرتبہ بلند کر دیتے لیکن وہ زمین کے ساتھ لگ گیا اور اپنی لگ رہی ہوئی خواہش کی پیروی کی (آیت ۱۶۶)

لہٰذا قرآن پاک کے ان الفاظ سے تو یہ قیہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بجز معصی آسمان پر اُٹھائے گئے اور حدیث کے الفاظ کیف انتم اذا منزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم کے تحت یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے اُتریں گے گویا دونوں جگہ آسمان کا لفظ اپنے پاس سے زائد کر کے قرآن کریم اور حدیث شریف کی مطابقت کی جاتی ہے اور پھر لطفت یہ ہے کہ ایسی تفسیر کو تفسیر بالزلے بھی نہیں کہا جاتا۔!

(ج) اَوْ رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا" اور ہم نے اُسے (ادریسؑ کو) بلند مقام پر اٹھایا (سورۃ صافات ۵۶)
 حضرت ادریسؑ کے متعلق بھی اکثر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے
 ایسے صاحبان سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا مرنے کے لئے چہرہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اس
 آیت کو پڑھ کر جواب دیجئے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَنِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَنِيْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى
 اسی دنیا میں سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوسری
 دفعہ نکالیں گے (۲۰-آیت ۵۶)

(د) فِيْ يُّبُوْطِ اٰذِنِ اللّٰهِ اَنْ تَرْفَعَ" یہ نور اُن گھوڑوں میں جن کے متعلق اللہ
 نے اذن دے دیا ہے کہ وہ بلند کئے جائیں (۲۲-آیت ۳۶)

(ک) اَلَيْسَ لِّهٖ يَّصْعَدُ اَلْكَلِمُ الطَّيْبُ وَ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ يُّرْفَعُ" اللہ ہی کی طرف
 طیب کلمے چڑھتے ہیں اور نیک عمل ہی انسان کو بلند کرتا ہے (۳۵-آیت ۱۰)

(و) يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ تَاَلٰىذِيْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ وَ رَجَبُ" اللہ
 اُن لوگوں کے درجے بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا (آیت ۱۱)
 (۳) حضرت قرآن مجید بلکہ احادیث سے بھی رفع کے معنی درجات بلند کرنے کے
 ہی ہوتے ہیں ذیل کی احادیث ملاحظہ کیجئے۔

(الف) فتواضعوا لعلم اللہ" جو تواضع کرے اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے
 (کنز العمال جلد ۲) صاف ظاہر ہے کہ بجدِ عنصری آسمان پر نہیں اٹھایا جاتا۔

رب اِذَا تَوَاضَعُوا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِالسَّلٰسَةِ اِلَى السَّمٰوٰتِ السَّابِعَةِ" جب بندہ
 تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے زنجیر کے ساتھ ساتویں آسمان پر بلند کرتا ہے (کنز العمال جلد ۲)
 یہاں رفع بھی ہے ساتواں آسمان بھی ہے زنجیر بھی ہے مگر پھر بھی جسم کا اٹھانا مراد
 نہیں بلکہ قرب اور بلند درجات ہی مراد ہیں

(ج) آنحضرتؐ کی وہ دعا جو آپؐ دو سجدوں کے درمیان پڑھا کرتے تھے جس میں یہ

۱۵۱) حقیقتاً حضرت مسیحؑ مثل مردہ کے ہو گئے تھے جیسا کہ قرآن پاک کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ اور انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے صلیب پر مارا مگر وہ اُن کے لئے مشابہ ہو گیا (۴- آیت ۱۵۷) اس جگہ سوائے مسیحؑ کے اور کسی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ ہی ایسی حالت کے مشابہ ہو گئے تھے کہ اُس وقت کے یہودیوں اور عیسائیوں کو یہ شبہ ہو گیا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ حالانکہ وہ زندہ تھے اور بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا قرآن کریم کے الفاظ ”اِنِّیْ مُنَوِّدُکَ“ پر غور کیجئے۔ اور یہ ارشاد بھی اُس وقت تھا جب کہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ وَمَكْرُؤًا دَمَكُوا اللّٰهَ مَا وَاللّٰهُ خَبِيرٌ الْمَاکِرِیْنَ ۝ (یہودیوں نے) تدبیر کی اور اللہ نے تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ (۳- آیت ۵۳) گویا یہودی تو یہ تدبیر کر رہے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ کو قتل اور صلیب کی موت سے ماریں مگر اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ یہ تدبیر کر رہا تھا کہ اُن کو ایسی موت سے بچا کر طبعی موت سے ماسے۔ سو اللہ کی تدبیر غالب آئی اور وہ قتل اور صلیب کی موت سے بچ گئے اور اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے۔

۱۶۱) بلاشبہ قتل کی موت سے بچانے کے لئے حضرت مسیحؑ کو آسمان پر اٹھانا نہ صرف سنت اللہ کے خلاف ہے بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی تدبیر اللہ کی تدبیر پر غالب آئی کہ نعوذ باللہ اُسے مجبوراً اُن کے خوف کی وجہ سے انہیں آسمان پر اٹھانا پڑا۔ بڑا بدلان سلام! اگر قتل کی موت سے بچانے کے لئے آسمان پر اٹھانا ہی سنت الہی میں داخل ہوتا تو پھر کس واسطے حضرت محمد رسول اللہؐ کو اُس وقت جب کہ کھارمکہ آپ کے قتل کی تدبیریں کر رہے تھے آسمان پر نہ اٹھایا اور کیوں انہیں غار ثور میں پناہ دینی پڑی جبکہ وہ رنہنی کی دہا بھی مانگا کرتے تھے اس آیت کو پڑھ کر جواب دیجئے۔ وَ اِذَا جَعَلْنَا لَکَ الْغَنٰی ثُمَّ کَفَرْنَا بِعٰثَتِکَ ۚ اِنَّکَ لَمِنَ الَّذِیْنَ اٰتٰیجْزَآءُ وَ تَمْلُکُوْنَ ۝ مَا وَاللّٰهُ خَبِرٌ الْمَاکِرِیْنَ ۝ اور جب وہ جو کافر تھے

تیرے متعلق تدبیریں کرتے تھے تاکہ تجھے قید کر دیں یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے نکال دیں اور وہ تدبیریں کرتے تھے اور اللہ بھی تدبیر کرتا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ (۸ آیت ۳۰)

۱۱ دوستو! دونوں رسولوں کے لئے قتل کی تدبیریں کی گئیں مگر اللہ نے دونوں کھتی تھیں بہتر تدبیر یہ کہ ان کو قتل کی موت سے بچا کر طبعی موت سے وفات دی۔ اب یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰؑ کو تو قتل کی موت سے بچانے کے لئے آسمان پر اٹھایا گیا تھا سراسر مولوی صاحبان کی جہالت ہے جو کہ انہی متوفیک کے الفاظ پر کوئی غور نہیں کرتے حالانکہ یہ الفاظ دافع الی سے پہلے ہیں اور ان کے معنی بھی ”ذات دینے“ کے ہیں جیسا کہ بخاری سے ثابت ہوتا ہے قل ابن عباس مَنَدَفِکَ مَمَتِکَ، بعض مولوی صاحبان ان معنوں کو صحیح تو مان لیتے ہیں مگر بعد ازاں قرآن پاک کے ان الفاظ کو مقدم اور متوخر کا ڈھونگ لے کر اپنی جگہ سے بدل شروع کر دیتے ہیں تاکہ حضرت مسیحؑ کا وفات پانے سے پہلے دافع الی کے ماتحت آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہو جائے۔ حالانکہ کلام ربانی کو اپنی جگہ سے بدلنا یہودیوں کی خصلت ہے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

«لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُورٍ بِإِذْنِهِ» (۵ آیت ۲۴)

«لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُورٍ بِإِذْنِهِ» (۵ آیت ۲۴)

جودی ہوئے بعض باتوں کو ان کے موقعوں سے بدل دیتے ہیں “ (۵ آیت ۲۴)

(ب) یُخْرِجُونَكَ مِنْ أَرْضِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْرِجَهُمْ مِنْهَا بِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْرِجَهُمْ مِنْهَا بِإِذْنِ اللَّهِ

جاننے کے بعد بدلتے ہیں “ (۵ آیت ۲۴)

بلاشبہ مَتَّوْفِیْکَ دَسَّ فِعْلَکَ کی آیت میں تقدیم اور تاخیر ماننے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں نقص لازم آتا ہے۔ کہ کیا اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ آخری زمانہ میں ان الفاظ پر بڑا فزور پڑے گا۔ اگر اس کے علم میں فی الحقیقت یہی مقصود تھا کہ لفظ دَسَّ فِعْلَکَ پہلے ہو تو پھر کیوں ہی نے مَتَّوْفِیْکَ کے لفظ کو پیچھے نہ رکھا۔ کیا خدا تعالیٰ کو ایسا کرنے میں کوئی تکلیف تھی۔ یا کوئی کسرِ شان تھی۔ دونوں اللہ تعالیٰ نے جس ترتیب سے قرآن پاک کو اتار دیا ہے وہ حرفاً و معنیاً درست اور بانظام ہے اس میں کسی طرح کی تقدیم و تاخیر یا تبدل و تغیر نہیں ہو سکتا مگر ترتیب خداوندی میں ایک بالی کے برابر بھی فرق نہ تھا تو پھر حفاظت قرآن کریم کہاں رہی۔

(۸) در اصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حق میں رفع کا لفظ استعمال کرنے سے اللہ تبارک تعالیٰ کو یہودیوں اور عیسائیوں کے اس باطل عقیدے کی کہ وہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے لعنتی ہوئے۔ تردید کرنا منظور تھا چونکہ یہودی حضرت مسیحؑ کو قتل کرنا اور صلیب پر مارنا چاہتے تھے جس کی تہ میں اصل غرض یہ تھی کہ حضرت مسیحؑ کو لعنتی قرار دے کر مجبوراً نبی ثابت کر سکیں۔ جیسا کہ ایبل میں لکھا ہے۔ "کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ خدا کا ملعون ہے۔ استثنا ۱۲۱ ایت ۲۳ اور گلتیوں ۳ ایت ۱۳ میں پولوس کہتا ہے۔ "کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے" بلاشبہ ملعون خدا کی رحمت سے دُور ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کا مقرب نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ جب یہودی حضرت مسیحؑ کو قتل کرنے اور صلیب دینے کی تدبیریں کر رہے تھے تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایسی موت سے بچانے اور طبعی موت سے مارنے کا وعدہ کیا جیسا کہ کلام ربانی کے الفاظِ اِنِّیْ مُتَوَدِّعُکَ وَرَا فَعَلَ اِلٰہی سے ثابت ہوتا ہے۔ حقیقتاً طبعی موت سے وفات پانا قتل اور صلیب کی موت کے مقابلے پر ایک عزت کی موت ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حق میں نہ صرف طبعی موت کے ساتھ رفع کا لفظ آیا بلکہ جس جگہ ان کے قتل اور صلیب سے نہ مرنے کی نفی کی گئی ہے۔ وہاں بھی رفع کا ہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ۔ وَمَا قُلُوْهُ یَقْنِیْنَ اَلَمْ یَلْزَمْ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ ۱۔ اور انہوں نے اس کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُسے اپنی طرف بلند کیا۔ (۴ ایت ۱۵۷) گویا یہودی تو حضرت مسیحؑ کو قتل اور صلیب کی موت دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ لعنتی موت سے مر کر خدا کی رحمت سے دور ہو گیا۔ کیونکہ اس کی روح شیطان کی طرف گئی مگر اُس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ انہیں طبعی موت دے کر اود قتل اور صلیب کی موت کی نفی کر کے اپنا مقرب بنا نا چاہتا تھا۔ تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ حضرت عیسیٰ خدا کی رحمت کے نزدیک ہیں اور ان کی روح اللہ کی طرف گئی۔ کیونکہ لعنتی کے بالمقابل مقرب کا ہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ حضرت عیسیٰ کے لئے رفع کا لفظ استعمال کیا گیا۔

(۹) بفرض محال اگر کَلُّ رَفَعَهُ اللّٰهُ الیہ۔ ”بلکہ اللہ نے اُسے اُٹھالیا“ کا مطلب ”جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھالیا“ کا ہی درست سمجھا جائے تو پھر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد ان الفاظ کا جن سے اس وقت حیات مسیح ثابت کی جاتی ہے۔ کیا ترجمہ ہوگا اور کیا مطلب لیا جائے گا مثال کے طور پر ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجئے۔

سال	قرآن پاک کے الفاظ	ترجمہ	مطلب
۱۹۴۱ء جبکہ حضرت عیسیٰ	بَل رَفَعَهُ اللّٰهُ	بلکہ اللہ نے اسے اپنی	حضرت عیسیٰؑ بجز عفر کا
آسمان پر زندہ موجود ہیں	الیہ	طرف اُٹھالیا۔	زندہ آسمان پر موجود ہیں
۱۹۶۰ء جبکہ حضرت عیسیٰ	”	”	”
نزول کے بعد زمین پر نہ گئے	”	”	”
۱۹۸۰ء جب کہ حضرت	”	”	”
عیسیٰ کی وفات کے	”	”	”
بعد ان کا مقبرہ بن جائیگا			

دوستو! اگر مذکورہ بالا الفاظ سے اس وقت حیات مسیح ثابت ہو سکتی ہے۔ تو پھر ان کی وفات کے بعد جو کہ نزول کے بعد واقع ہوگی۔ انہیں الفاظ سے کیونکہ حیات مسیح ثابت نہ ہوگی یہ تو کبھی ہونہیں سکتا کہ حضرت عیسیٰؑ میں وفات کی وجہ سے تبدیلی آجانے سے قرآن پاک کی آیات کے ترجمہ میں بھی کوئی تبدیلی ہو سکے۔

(۱۰) برادران اسلام کے لئے یہ بھی ایک غور کرنے کا موقع ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بعد قرآن پاک تو دنیا میں موجود رہے گا۔ اور ان کے متعلق یہ الفاظ بَل رَفَعَهُ اللّٰهُ الیہ بھی اسی طرح سے باقی رہیں گے۔ اگر ان الفاظ کا اُس وقت ہی ترجمہ اور مطلب ہوگا۔ جو آج کل لیا جاتا ہے۔ تو پھر حضرت مسیحؑ کی وفات کے بعد بھی یہی سمجھا جائے گا۔ کہ وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں گویا نوحؑ باللہ قرآن کریم لوگوں کو دھوکا دے گا۔ حالانکہ وہ وفات

پا چکے ہوں گے۔ مگر کلام ربانی سے اُن کا آسمان پر زندہ رہنا ہی ثابت ہوگا۔ دوستو ! جب اس وقت کلام الہی سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت نہیں ہو سکتی۔ تو پھر ان کی وفات کے بعد کیونکر قرآن مجید سے وفات مسیح ثابت ہو سکے گی جبکہ اُن کی وفات کے بعد قرآن پاک میں نہ تو کسی قسم کا تغیر نہ مل ہوگا اور نہ کوئی ایسے الفاظ اذیکے جائیگے جن سے یہ سمجھا جائے کہ اب حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ جواب دینے سے پہلے ہر بانی کر کے اس بات پر غور کر لیا جائے کہ ”اٹھایا ماضی کا صیغہ ہے نہ کہ مستقبل کا۔ بعض مولوی صاحبان یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کے مرنے کے ساتھ ہی قیامت آجائے گی۔ جو کہ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ قیامت تو اُس وقت ہوگی جب کہ کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہیگا۔ اور حضرت عیسیٰ تو اشاعت اسلام کے لئے آئے تھے نہ کہ اشاعت کفر۔

دوسری فصل

وہ آیت جس سے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے۔ کہ تمام یہودی حضرت مسیحؑ پر ایمان لائے ہیں گے۔

(۱) دَانَ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْجِئِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ كَلِمَةٌ عَلَيْهِمْ مَّشْهُدٌ ۝ اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے اس پر ایمان لے آئیگا۔ اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا۔ (۴ آیت ۱۵۹) چونکہ حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہذا اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ اور تمام یہودی اُن پر ایمان لے آئینگے۔ حالانکہ بہت سے یہودی بغیر ایمان لانے کے ہی مر جاتے ہیں اور اُن کے حق میں یہ پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ استدلال قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ یہودی قیامت تک دنیا میں رہیں گے۔ دوسرے لفظوں میں بول سمجھ لیجئے۔ کہ قیامت سے پہلے کوئی ایسا وقت نہیں آئے گا۔ کہ دنیا میں یہودی موجود نہ ہوں۔ جیسا کہ ذیل کی آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

(الہن) وَبِاعِلُ الدِّينِ اتَّبِعُواكَ فَوْقَ الدِّينِ كَهْرُؤًا اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۝

”اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں اُن پر جنہوں نے انکار کیا قیامت کے دن تک نوقت دینے والا ہوں“ (۳ آیت ۵۴)

(ب) وَالَّذِينَ بَيْنَهُمُ الْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْبَيْعَةِ ۚ وَهُمْ لَكَ كَافِرُونَ (۵ آیت ۶۴) مذکورہ بالا آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیروی کرنے والے ان لوگوں (یہودیوں) پر جنہوں نے ان کا انکار کیا قیامت تک غالب رہیں گے گویا غالب اور مغلوب کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور اُن میں دشمنی بھی قیامت تک رہے گی۔ اگر سب کے سب یہودی حضرت مسیح پر ایمان لے آئیں۔ اور کوئی مغلوب گروہ نہ رہے۔ تو پھر نہ صرف اللہ تعالیٰ کا مذکورہ بالا وعدہ مجھوٹا ٹھہرے۔ بلکہ اس کے علم غیب میں یہ نقص لازم آتا ہے۔ کہ کس واسطے اُس نے حضرت عیسیٰ کی پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن تک غالب رکھنے کا وعدہ کیا۔ جبکہ مغلوب گروہ یہودیوں نے قیامت سے پہلے ہی نابود ہو جانا تھا۔ عقلمند حضرت کے لئے عذر کرنے کا موقع ہے۔ دوستو! کلام ربانی کا ایسا ترجمہ اور تفسیر کرنا جو کہ اس کی دوسری آیات کے خلاف ہو قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ کلام الہی میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں۔ مباد کہ قرآن پاک شاہد ہے اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ اِنَّ مَوْكُنَّا مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوْحِدٌ فَاِخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۚ پھر کیا قرآن میں تدبیر نہیں کتے اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے“ (۴ آیت ۸۴)

(۲) علاوہ ازیں یہ امر بھی قابلِ غور ہے۔ کہ اگر حضرت عیسیٰ بطور مجدد یعنی رسول اللہ کے اُمتی بن کر آئیں گے تو پھر اُن پر یہودیوں کا ایمان لانا کوئی معنی نہیں رکھنا۔ جبکہ وہ خود ہی حضرت محمد رسول اللہ پر ایمان لاکر نو مسلم کہلائیں گے۔ اور اگر وہ نبی کی حیثیت میں آئیں گے تو اُس وقت یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لائیں گے۔ نہ کہ حضرت محمد رسول اللہ پر۔ پھر بھی اس سے مسلمانوں کو تو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ سوائے اس کے کہ اُس زمانہ کے نبی

حضرت عیسیٰؑ فرار دیئے جائیں جن پر یہودی ایمان لائیں گے دراصل کلام ربانی میں ذکر کرتے
کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ اس جگہ اہل کتاب سے مراد صرف یہودی لئے جاتے ہیں حالانکہ عیسائی بھی
شامل ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰؑ قیامت کے دن اُن پر بھی گواہ ہوں گے اور اُن کے باطل عقائد
کی تردید کریں گے۔

(۳) دراصل زیر بحث آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے جو کہ دوسری آیات کے خلاف بھی
نہیں۔ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَلَكَبِدُ مَنَنْ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ جَدَّوْهُمُ الْقَيْمَةُ يَكُونُ
عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝۱۵۹ اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر وہ اس کے مرنے سے پہلے ہی
اس کی موت پر ایمان لے آئے گا۔ اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا کہ آیت (۱۵۹)
اب قرآن پاک کی یہ پیش گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہو رہی ہے کیونکہ یہود اور نصاریٰ
حضرت عیسیٰؑ کی طبعی موت کے واقع ہونے سے پہلے ہی اس بات پر ایمان لے آئے
ہیں کہ وہ قتل اور صلیب کی موت سے مرگیا۔ حالانکہ وہ اس موت سے بچ گئے تھے اور بعد
ازال اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے جس کی وہ قیامت کے دن گواہی دیں گے جیسا کہ
”فلما توفيتني“ ”جب تو نے مجھے وفات دے دی“ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے جن میں
قتل اور صلیب سے مرنے کی نفی کر کے طبعی موت سے مرنے کی گواہی دی گئی ہے بلاشبہ
”بلکہ“ کی منہ پر قتل اور صلیب کے واقع کی طرف جاتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت
عیسیٰؑ مثل مردہ کے ہو گئے تھے یہی وجہ تھی کہ اُس وقت اُن کی موت کے متعلق لوگوں
میں اختلاف ہو گیا تھا مگر بعد ازاں تمام کے تمام یہود اور نصاریٰ اس بات پر ایمان
لے آئے کہ وہ قتل اور صلیب کی موت سے ہی مرے۔ گو یا قرآن پاک کی پیش گوئی پوری
ہو گئی اور دونوں گروہوں میں دشمنی کی بنیاد بھی اسی عقیدے پر ہے جو کہ قیامت تک قائم
رہے گی کیونکہ یہودی تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر مرنے کی وجہ سے لعنتی ہوا لہذا
وہ بھڑانا ہی تھا اور عیسائی یہ کہتے ہیں کہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے وہ ہمارا نجات دہندہ

ہو گیا اس لئے ہم گناہوں سے نجات پا گئے اگر حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے پر یہود اور نصاریٰ کو اس بات کا یقین ہو جانا تھا کہ وہ قتل اور صلیب کی موت سے نہیں مرے تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ ”وہ قیامت کے دن اُن پر گواہ ہوگا“ کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ قتل اور صلیب سے نہ مرنے کی گواہی تو وہ اسی دنیا میں ہی دے چکے ہوں گے۔ اب حضرت مسیحؑ کا قیامت کے دن گواہ ہونا صاف ثابت کر رہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔

تیسری فصل

وہ آیت جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت کا نشان ہوں گے۔

(۱۱) وَإِنَّهُ لَآيَأْتِيَنَّكَ السَّاعَةُ وَرَٰثِيْنَا وَهُوَ قِيَامَتِ كَاشِفٌ (۳۴-۳۵)

اس آیت سے نتیجہ تو یہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا مگر اُن کی ضمیر کو اُن کی طرف پھیرا جاتا ہے اب یہ استدلال بھی قطعاً غلط ہے کیونکہ علم کے معنی نشان کے بھی نہیں ہوتے علاوہ انہیں نہ صرف نزول مسیحؑ بلکہ اُن کی وفات کے بعد بھی مذکورہ بالا الفاظ اسی طرح سے قرآن پاک میں موجود ہیں گے تو پھر ان کا ترجمہ اور مطلب کیا ہوگا؟ اور اُس وقت اُن کی ضمیر کس طرف جائے گی؟ اگر حضرت مسیحؑ کی طرف جائے گی تو پھر بھی حیات مسیحؑ ثابت رہی گویا قرآن پاک سے وفات مسیحؑ تو قیامت ثابت نہ ہو سکے گی۔ حالانکہ وہ قیامت سے پہلے ہی فوت ہو چکے ہوں گے مگر افسوس یہ نکتہ عامیان حیات مسیحؑ کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

حضرات! یہ کوئی مستقبل کا صیغہ نہیں جو آسانی سے یہ کہہ دیا جائے کہ پیش گوئی پوری ہو گئی چونکہ حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا تسلیم کیا جاتا ہے اس لئے اُن کی ضمیر کو اُن کی طرف پھیرا جاتا ہے ورنہ اسی سورت میں اس سے پہلے اُن کی ضمیر دو دفعہ قرآن پاک کی طرف جاتی ہے ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔

(الف) مَا تَأْتِيَنَّاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ وَوَٰدَّكَ فِي سَمِئَاتِ الْكَلْبِ

لَكِنَّا لَنَعْلَمُ حَيْكَمَتَهُ” ہم نے اسے عربی قرآن بنایا تاکہ تم سمجھو اور یقیناً ہمارے پاس

کتاب کے اصل میں بلند مرتبہ حکمت والا ہے۔ (۴۳-آیت ۴۳)

(ب) فَاسْتَمْسِكْ بِالْأَيْدِي أَيُّ أَوْحَى إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَإِنَّهُ
لَكِنْ كَرُوكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْتَ تُسَلُّونَ ۝ سو اسے مضبوط پکڑے رہو جو تیری طرف
وحی کی گئی ہے بے شک تو یہی رستے پر ہے اور یقیناً وہ تیرے لئے اور تیری قوم کے
لئے شرف ہے اور تم سے پوچھا جائے گا۔ (۴۳-آیت ۴۳ و ۴۴)

اب کیا وجہ ہے کہ تیسری دفعہ بھی إِنَّهُ کی ضمیر کو قرآن پاک کی طرف نہ پھیرا جائے
جیسا کہ حضرت حسنؓ اور حضرت قتادہؓ سے روایت ہے تفسیر ابن جریر ملاحظہ کیجئے اگر یہ کہا
جائے کہ اس جگہ قرآن کریم کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو پھر یہ ضمیر کلام ربانی کی طرف کیونکر جاسکتی ہے
تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض موقع پر باوجود قرآن مجید کا پہلے کوئی ذکر نہ ہونے کے پھر بھی
ضمیر کو کلام الہی کی طرف پھیرا گیا ہے اس کے ثبوت میں ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔

(الف) لَا تَحْزَنْ بِهِ يَسَارَتَكَ لِتَجْلَ بِهِ ۝ اس کے ساتھ اپنی زبان کو مت
بلا تا کہ اسے جلدی لے لے (۵، آیت ۱۶)

(ب) إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا (۹۶)
بلاشبہ قیامت کا علم تو ہمیں قرآن کریم سے ہی حاصل ہوتا ہے ورنہ حضرت عیسیٰؑ
تو خود قیامت کے علم سے قطعاً نا آشنا تھے۔ چنانچہ اُن کا اپنا قول ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ
کیجئے۔ لیکن اُس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر
باپ (مرقس ۱۳ آیت ۳۲) اور قرآن حکیم بھی اس قول کی تائید کرتا ہے ذیل کی آیات پر غور کیجئے۔
(الف) إِنَّ اللَّهَ يَتَذَكَّرُ السَّاعَةَ ۝ اللہ وہ ہے کہ اُس کے پاس قیامت
کا علم ہے۔ (۳۱-آیت ۳۲)

(ب) وَجَنَّادٌ كَلِمَةُ السَّاعَةِ ۝ وَإِلَيْهِ تُجْعَلُونَ ۝ اور اُسی کے پاس قیامت
کا علم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹے جاؤ گے (۲۲ آیت ۸۵)

اگر فرض محال اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اقلہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف جاتی ہے۔ اور وہ قیامت کا نشان ہے تو پھر بھی اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ طبعی موت سے فوت ہو کر اللہ کے پاس جا پہنچے۔ جیسا کہ عندنا علم الساعة۔ قیامت کا نشان اسی کے پاس ہے۔ سے ثابت ہوتا ہے اور اب وہ دوبارہ دنیا میں آنے والے نہیں کیونکہ تمام لوگ موت کا مزہ چکھ کر ہی اللہ کے پاس پہنچتے ہیں۔ اور پھر وہاں سے واپس بھی نہیں آتے۔

چوتھی فصل

وہ آیات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں۔ اِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَى اِنِّي مَتَوِّفِكَ وَلَا فِعْلِكَ اِلٰى وَمُطَهِّرِكَ مِنَ الْكَفَرِ وَادْجَاعِلِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ط۔ جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں اور تجھے اُن سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں اُن پر جنہوں نے انکار کیا قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں۔ (۳ آیت ۵۴)

اللہ نے مذکورہ بالا چار وعدے اُس وقت حضرت عیسیٰ کے ساتھ کئے تھے۔ جب کہ یہودی انہیں قتل کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَمَكْرُوْهُ اَوْ مَكْرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ط۔ اور انہوں نے یہودیوں کی تدبیر کی اور اللہ نے تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ (۳ آیت ۵۴) یہودی تو حضرت عیسیٰ کو قتل اور صلیب کی موت سے مارنا چاہتے تھے۔ مگر اس کے بالمقابل اللہ انہیں طبعی موت سے وفات دینا چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے لئے "مَتَوِّفِكَ" کے الفاظ استعمال کئے گئے بلاشبہ جب خدا فاعل اور منقول ذی روح اور بابت قتل ہو تو اس وقت توفیٰ۔ کہ معنی روح قبض کرنے کے ہوتے ہیں۔ خواہ موت کے وقت یا نیند میں جسم لینے کے ہرگز نہیں ہوتے۔ اس کے ثبوت میں ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔

(ج) وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْكُمْ وَيَدْرُدُونَ أَذْوَاجَهُمْ "اور تم میں سے جن کی وفات

ہو جائے اور بیویاں چھوڑ جائیں" (۲ آیت ۲۴۰)

(ب) وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ "اور وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری روح قبض

کرتا ہے" (۶ آیت ۶۰)

(ج) فَاطْرَ السَّمَوَاتِ فَالَاَرْضِ أَنْتَ رَبِّي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا
وَأَخْرِجْنِي بِالصَّالِحِينَ ط اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت
میں میرا کارساز ہے۔ مجھے فراہم روری کی حالت میں وفات دیکھو۔ اور مجھے نیکوں کے
ساتھ ملا دیجیو (۴ آیت ۱۰۱) اگر توفیٰ کے معنی جسم کو ہی آسمان پر اٹھانے کے ہیں۔ تو پھر
حضرت یوسفؑ کا جسم کیوں آسمان پر نہیں اٹھایا گیا۔ کیا ان کی دعا خدا نے قبول نہیں کی؟ صرف
ان کی روح کا ہی قبض کیا جانا صاف ثابت کرتا ہے کہ توفیٰ کے معنی جسم قبض کرنے کے ہرگز
نہیں ہوتے۔

(د) وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى "اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جو وفات پا جاتا ہے۔

(۲ آیت ۵)

(ه) اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا "اللہ جوں کو

(دو طرح پر قبض کرتا ہے۔ ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند میں۔

(۳ آیت ۴۲)

(۲) اب ہمارے علمائے کرام یہ سمجھتے ہوئے کہ "مَوْتُكَ" کے معنی تو وفات دینے کے ہی

درست ہیں۔ مگر چونکہ ان کے اس عقیدے پر کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ ایک بڑی
زور پڑتی ہے اس لئے وہ مذکورہ بالا چار وعدوں کی ترتیب کو ہی الٹ دیتے ہیں بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ہم نے کس وعدہ فیہانِ محرم بے توفیق

اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ "متوفیک" کا وعدہ ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ جب نزول مسیح ہوگا اس کے بعد یہ وعدہ پورا ہوگا گویا وہ دوبارہ آکر فوت ہوں گے۔ حالانکہ نہ صرف "متوفیک" کا وعدہ بلکہ دوسرے تین وعدوں کا بھی علی الترتیب پورا ہونا قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

نمبر وعدہ	وعدہ کے الفاظ	ترجمہ	وعدہ وفائی کے الفاظ	ترجمہ
پہلا وعدہ	اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ	میں تجھے وفات دینے والا ہوں (آیت ۵۲)	فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ	"جب تو نے مجھے وفات دے دی" (آیت ۱۱۷)
دوسرا وعدہ	رَافِعُکَ اِلَیَّ	میں تجھے اپنی طرف بلند کر دیا ہوں (آیت ۵۴)	بَلْ رَفَعُ اللّٰہُ اِلَیْہِ	"بلکہ اللہ نے اُسے اپنی طرف بلند کر لیا" (آیت ۱۵۸)
تیسرا وعدہ	وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الذِّیْنِ کُفَرُوْا	اور تجھے کافروں کے الزامات سے پاک کرنے والا ہوں (آیت ۵۴)	وَمَا قُلُوْہُ وَاَصْلَحْ	"اور انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے صلیب پر لٹا" (آیت ۱۵۹)
چوتھا وعدہ	وَجَاعِلُ الذِّیْنِ اَتَّبَعُوْکَ اَوْ دَجُنُوْا مِنْ تِیْرِیْ	اور جو جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں اُن پر جنہوں کے اہل یوم القیامت کے	وَ اِذْ نَادٰی رَبُّکَ اَوْ جِبْ تِیْرَیْ رَبِّیْ	اور جب تیرے رب نے خبر دی کہ اُن دیہویوں پر بیت کوں تک ایسے ہوں تک وقت دینے والا ہے (آیت ۵۴)
	اَلْیَوْمِ اَلْقِیَمَۃِ	نہ لٹا کر کیا قیامت کے	اَلْیَوْمِ اَلْقِیَمَۃِ	بیت کوں تک ایسے ہوں تک وقت دینے والا ہے (آیت ۵۴)
	اَلْیَوْمِ اَلْقِیَمَۃِ	نہ لٹا کر کیا قیامت کے	اَلْیَوْمِ اَلْقِیَمَۃِ	بیت کوں تک ایسے ہوں تک وقت دینے والا ہے (آیت ۵۴)
	اَلْیَوْمِ اَلْقِیَمَۃِ	نہ لٹا کر کیا قیامت کے	اَلْیَوْمِ اَلْقِیَمَۃِ	بیت کوں تک ایسے ہوں تک وقت دینے والا ہے (آیت ۵۴)

لہٰذا غور کیجئے کہ کس طرح سے یہ پیش گوئی آج تک یہودیوں کے حق میں پوری ہو رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ کھڑا ہو ہی جاتا ہے جس کے ہاتھوں یہ پیشگوئی پوری ہو جاتی ہے۔

(۳) ہرادران اسلام مذکورہ بالا چار وعدے جو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ کئے گئے تھے۔ وہ سب کے سب پورے ہو چکے ہیں ان کے علاوہ اگر اللہ کا کوئی یہ وعدہ بھی ہوتا کہ ہم حضرت عیسیٰؑ کو دوبارہ دنیا میں بھیجیں گے۔ تو اس کا ذکر بھی اسی جگہ ہونا چاہیے تھا۔ اب کسی اور وعدہ کا نہ ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔ بلاشبہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھنے جانے کی بنیاد متوفیک اور دافعک کے غلط ترجمہ کرنے اور مذکورہ بالا وعدوں کی ترتیب کے بدلنے پر رکھی ہوئی ہے۔ حالانکہ دافعک کے الفاظ متوفیک کے بعد آتے ہیں۔ جن پر اتنا بھی غور نہیں کیا جاتا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کی وفات نہیں ہوئی تو پھر ان کا رنخ بھی نہیں ہوا۔ دوستو! وفات کے بعد رنخ کا ہونا روحانی ہے۔ نہ کہ جسمانی۔ علاوہ ازیں اگر وعدوں کی ترتیب کو بدل دیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے علم میں نقص لازم آتا ہے۔ کیوں نہ اُس نے ان وعدوں کو اُس ترتیب میں رکھا جیسا کہ اُس نے پورے کرنے تھے۔ اب وعدوں کی ترتیب کو کچھ بتانا اور ان کو پورا کسی اور ترتیب میں کرنا اللہ کی شان کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ تو عالم الغیب ہے۔ البتہ انسان ایسی غلطی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسے کوئی علم غیب نہیں ہوتا۔ خدا جانے اللہ کی ترتیب کو الٹ دینا کون سی عقل مند ہی ہے۔

(دوسری آیت) وَمَا ذُكِرَ اللَّهُ لِيُحْيِيَ ابْنَ مَرْيَمَ عَاثَتْ قُلْتُ لِلنَّاسِ اتَّخَذَ وَفِي وَارِثِي الْيَهُودِ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا قَالُ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ بِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ مَا تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ مَا أَتَكَ أَنْتَ عَلَامَ الْيُؤُوبَ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُ وَاللَّهُ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ا۔ اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنالو! کہا تو پاک ہے۔ مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو مجھے ضرور

اس کا علم ہوتا تو جانتا ہے جو کچھ میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ تو ہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے اُن سے کچھ نہیں کہا۔ مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ اور میں ان پر گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں تھا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی اُن پر نگہبان تھا۔ اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔“

(۱) اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ عیسائیوں نے حقیقی مہبود کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ محترمہ کو خدا بنا لیا ہے۔ سو اس کے متعلق قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ سے یہ پوچھا جائے گا کہ ”کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوائے وہ مہبود نہ ہو۔“ اس کے جواب میں وہ یہ عرض کریں گے۔

(۲) تو پاک ہے۔ مجھے کہاں شنایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کبھی بھی اپنی زندگی میں یہ نہیں کہا کہ میں خدا ہوں۔

(ب) میں نے اُن سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا۔ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ چنانچہ اس قول کی تائید انجیل سے بھی ہوتی ہے ”تو خداؤں اپنے خدا کو سجدہ کر اور اُس اکیسے کی بندگی کر“ (متی ۴ آیت ۱۰)

(ج) اور میں اُن پر گواہ تھا جب تک میں اُن میں رہا کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور توحید پر قائم تھے۔ جیسا کہ انجیل سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔

”جب تک اُن کے ساتھ رہا میں نے تیرے اس نام کے وسیلے سے جو تو نے مجھے بخشا ہے ان کی حفاظت کی میں نے اُن کی نگہبانی کی“ (یوحنا ۱۷ آیت ۱۲)

(د) پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی اُن پر نگہبان تھا کہ میری وفات کے بعد انہوں نے کیا کیا شرک کیا؟ اور اُن کی کیا حالت ہو گئی۔

مجھے آسمان پر اٹھایا : اب یہ ترجمہ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ بھی یہی کہتے ہیں کہ میری اُمت نے جو میری تعلیم کو بگاڑا۔ تو میری وفات کے بعد جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کی اُمت نے اُن کی تعلیم کو اُن کی وفات کے بعد بگاڑا۔ ذیل کا مغالہ ملاحظہ کیجئے۔

قول حضرت عیسیٰؑ

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيُوسُفُ ابْنَ مَرْيَمَ عَرِّانْتَ
قُلْتُ لَنَاسٍ اتَّخَذُوا قُرْبَىٰ وَأَنَا فِي السَّعِيرِ
مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ قَالَ سُبْحَانَكَ
مَا كُنْتُ لَهُمْ كَالْمَا أَمَرْتَنِي بِهِ إِنَّ
اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُمْ
عَلَيْهِمْ شُهَدَاءَ مَا كُنْتُمْ فِيهِمْ وَلَا تَلْمِ
تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ
أَوَرَجِبُ اللَّهُ أَنْتَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ كَمَا
تَوْنِ لَوْ كُنْتُمْ سَوَادُ مَجُودٍ نَالُوا ۚ كَمَا تَرَاكُ
هِيَ ۚ میں نے اُن سے کچھ نہیں کہا۔
مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت
کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان
پر گواہ تھا۔ جب تک میں اُن میں تھا پھر جب
تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی اُن پر
گواہ بن تھا : (۵ آیت ۱۱۸ و ۱۱۹)

قول حضرت محمد رسول اللہؐ

قَالَ الْاَوَاتِ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يَكُنِي يَوْمَ
الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيمَ اَلَا وَاَنَّهُ يَجَاءُ بِرَجَالٍ
مِنْ اُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتُ الشَّمَالِ فَاَقُولُ
يَا دِبِ اَصِيبَايَ فَيَقَالُ اَنْتَ لَا تَدْرِي
مَا اَحَدُكُمْ اَعْدَكَ فَاَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ
الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شُهَدَاءَ اِمَامَتِهِ
فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيبُ
عَلَيْهِمْ ۚ فَرَمَا سَنَ لَوْ قِيَامَتِهِمْ كَمَا سَارَى
خَلْقَتِي فِي بَيْتِهِ اِبْرَاهِيمَ كَوَاطِرَ بَنِي جَانِ
كَمْ ۚ اور میری اُمت کے کچھ لوگ حاضر کئے
جائیں گے۔ ان کو بائیں جانب (دور خ کی طرف)
لے چلیں گے میں عرض کروں گا پروردگار یہ تو
میرے پیارے اصحاب ہیں جواب ملے گا تم
انہیں جانتے تمہارے بھائی انہوں نے نئی نئی
باتیں (بجائیں) نکالیں اُس وقت میں وہی کو
جو اللہ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰؑ) نے

کہا کہ میں جب تک اُن لوگوں میں رہا اُن کا حال دیکھتا رہا جب تو نے مجھے وفات دے دی۔

تُوْهِیْ اَنْ کَا تَغْیَابُ تَحَا (بخاری)

(۶) اب حضرت محمد رسول اللہ کے قول فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کَا یہ ترجمہ کرنا کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی اور حضرت علیؑ کے قول فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کَا یہ ترجمہ کرنا کہ ”جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا“ سراسر مولوی صاحبان کی جہالت ہے اور حقیقتاً ہی لوگ مسلمانوں کے زوال کا باعث ہیں۔ کیونکہ نہ تو خود یہ عقل سے کام لیتے ہیں اور نہ دوسروں کو بیٹے دیتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہوگا کہ ایک مولوی صاحب نے جو کہ ایک مذہبی اور قومی درسگاہ میں دینیات اور اسلامی تواریخ کے پروفیسر ہیں، حضرت مسیحؑ کی حیات کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا۔

وَكَيْفَ كَلَمَتَانِ فِي الْمُهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الْقَبْرِ لِحَيَاتِهِ ”اور وہ حضرت مسیحؑ لوگوں سے جموں میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرے گا اور ان کیوں میں سے ہوگا“ (۳ آیت ۲۵) اور بڑے نورشور سے یہ کہا کہ حضرت علیؑ کا بچپن کا کلام تو قرآن پاک میں موجود ہے مگر وہ کلام جماعتوں نے کہولت کی عمر میں کرنا ہے۔ وہ قرآن کریم میں موجود نہیں ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ابھی تک وہ زندہ ہیں اور دوبارہ تشریف لا کر بڑھاپے کی عمر میں باتیں کریں گے۔ مگر جب اُن پر یہ اعتراض کیا گیا کہ جب حضرت مسیحؑ دوبارہ تشریف لا کر وفات پا جائیں گے۔ اور جو کلام وہ کہولت کی عمر میں کریں گے۔ وہ تو قرآن پاک میں درج نہیں ہوگا۔ لہذا کلام ربانی سے وفات مسیحؑ تو سرگزشت ثابت نہ ہو سکے گی۔ بلکہ اُن کے بچپن کے کلام سے قیامت تک حیات مسیحؑ ہی ثابت ہوتی رہے گی۔ حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہوں گے۔ تو پھر وہ ایسے خاموش ہوئے کہ آج تک جواب ندارد۔ بلاشبہ حضرت علیؑ کا وہ کلام بھی جو کہ انہوں نے ادھیڑ عمر میں کیا۔

قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْمَوْدِيُّونَ غَنُ الْأَصْحَابُ اللَّهُ هَٰٓؤُلَاءِ مَنَّا يَا لِلَّهِ فَاشْهَدُوا بَأَنَّا مُسْلِمُونَ ”پھر جب علیؑ نے اُن سے کفر محسوس کیا تو کہا کہ اُن اللہ کے ساتھ میرے مددگار ہیں۔ جواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان

لئے۔ اور گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں“ (۳ آیت ۵۱) کیا یہ عواری حضرت مسیحؑ کے بچپن کے تھے۔ یا کہولت کی عمر کے جو کہ چالیس سال کے بعد شروع ہو جاتی ہے۔

(۵) اگر یہ کہا جائے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ صاحبہ کو ان کی زندگی

میں ہی خلا بنالیا تھا۔ تو پھر حضرت محمد رسول اللہؐ کا حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ کو دہرا کر یہ استدلال کرنا کہ میری اُمت نے میری تعلیم کو میری وفات کے بعد بگاڑا۔ بالکل غلط ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ یہ استدلال اس حالت میں درست رہ سکتا ہے۔ جب کہ حضرت عیسیٰؑ کی اُمت نے بھی ان کی تعلیم کو ان کی وفات کے بعد بگاڑا ہو۔ بظن تو یہ ہے۔ کہ جس قدر کھلے الفاظ میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے۔ اور کسی نبی کی ثابت نہیں ہوتی۔ مگر افسوس انہیں کو زندہ مانا جاتا ہے اب اس ذہنیت کا کیا علاج کیا جائے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ برادران اسلام کو فہم قرآن عطا کرے۔

(تیسری آیت) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ

اور محمد ایک رسول ہی ہے اس سے پہلے (سب) رسول مرچکے ہیں“ (۳ آیت ۱۴۳)
(۱) اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ سے پہلے کے تمام رسول وفات پا چکے ہیں۔ مگر برادران اسلام حضرت مسیحؑ کو وفات پانے سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی آپ سے پہلے ہی تھے۔ اور ان کے حق میں بھی یہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت محمد رسولؐ کے متعلق
وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اور محمد ایک رسول ہی ہے
اس سے پہلے (سب) رسول مرچکے ہیں۔
(۳ آیت ۱۴۳)

حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق
مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۖ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اور مسیح ابن مریم
ایک رسول ہی ہے اس سے پہلے (سب) رسول
مرچکے ہیں۔ (۵ آیت ۷۵)

اس آیت سے تو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔ اور کوئی بھی باقی نہیں جو پھر دنیا میں دوبارہ آئے۔

مگر اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ ایک سول حضرت مسیحؑ جو کہ حضرت محمد رسول اللہؐ سے عین پہلے تھے۔ وہ بھی فوت نہ ہوئے بلکہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے۔ کہ حضرت مسیحؑ والی آیت کی رو سے تو ان سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ادریسؑ اور خضر علیہ السلام بھی گویا کوئی رسول زندہ نہیں رہا۔ مگر حضرت محمد رسول اللہؐ والی آیت کی رو سے ان سے پہلے کے ایک رسول حضرت مسیحؑ جو باقی رہ گئے تھے۔ وہ بھی فوت نہ ہوئے۔ دوستو! حضرت مسیحؑ کی حیات تو متنازعہ فیہ مسئلہ ہے۔ کسی دوسرے رسول کا نام پہلے جو آنحضرتؐ سے پہلے گورا ہو۔ مگر ابھی تک فوت نہ ہوا ہو۔

(۲) علاوہ ازیں قدحلت کے الفاظ سے حضرت عیسیٰؑ کے لئے مرجانے کا استدلال نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت محمد رسول اللہؐ کی وفات کے اس موقع پر جب صحابہؓ نے آنحضرتؐ کی وفات کا انکار کر دیا۔ اور حضرت عمر فاروقؓ نے یہ کہا تھا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضرت رسول اللہؐ فوت ہو گئے ہیں تو میں اس کا ستر تلوار سے اڑا دوں گا۔ اسی آیت کو پڑھا تو تمام صحابہؓ نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہؐ فوت ہو چکے ہیں۔ اگر اُس وقت حضرت عیسیٰؑ کا زندہ ہونا تسلیم کیا جاتا تو پھر فوراً صحابہؓ یہ کہہ سکتے تھے۔ کہ جب حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں تو پھر رسول اللہؐ کیوں فوت ہو جائیں۔ اُس وقت کسی صحابی کا حیات اور نزول مسیحؑ کے متعلق کوئی استدلال نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ ایسی تمام احادیث رسول اللہؐ کی وفات کے بعد بنائی گئی ہیں۔

علاوہ ازیں آج کل کے مسلمانوں اور صحابہؓ کے ایمان میں کس قدر نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ اُس زمانہ کے اہل اسلام اپنی گردنوں کو قرآن کریم کے استدلال کے سامنے جھکا دیا کرتے

تھے۔ مگر اس وقت کے مسلمان ایسے قرآنی استدلال کو بھی جو کہ دوسری آیت کے مخالف نہ ہو ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ دراصل یہ بھی مسلمانوں کے زوال کی ایک وجہ ہے۔ حالانکہ قرآنی استدلال کے ماتحت بڑوں بڑوں کی گروہیں جھک جانی چاہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ کی گردن ایک عورت کے قرآنی استدلال کے ماتحت جھک گئی تھی۔ چنانچہ یہ مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے خلیفہ میں یہ بیان کیا کہ عورتوں کو چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ دیا کرو۔ تو اس پر ایک قریش عورت نے یہ کہا کہ اے خطاب کے بیٹے تو ہم کو روکتا ہے۔ اور اللہ ہم کو دیتا ہے۔ اور یہ آیت پڑھی **وَاَنْتُمْ رَحَدُھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْھُمْ اَمْۤ اَنتُمْ شَیْئًا ؕ** اور تم اُسے (بیوی کو) سونے کا ڈھیروں بکھو تو اس میں سے کچھ نہ لو“ (۴۱ آیت ۲۰) تو اس پر حضرت عمر فاروقؓ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ اور پھر کھڑے ہو کر فرمایا کہ مدینہ کی عورتیں عمر سے زیادہ سمجھدار ہیں۔

چوتھی آیت **وَاَلَمْ یُنۡزِلۡ عَلَیۡہِمْ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَیۡ یَخْلُقُوۡنَ شَیۡئًا وَّ اَھُمۡ یَخْلُقُوۡنَ ؕ اَمْ اَوۡمَاتُ غَیۡرُۤ اَحۡیَآءٍ ؕ وَاَمَّا یَشۡعُرُوۡنَ ؕ اَیَّٰنَ یُّعۡتَوۡنَ ؕ** اور وہ جنہیں یہ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں۔ وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ مردے ہیں نہ زندے اور نہیں مانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے؟ (۱۶ آیت ۲۰) مذکورہ بالا آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ انسان جن کو لوگوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا وہ مرچکے تھے۔ کوئی ان میں سے زندہ نہ تھا۔ اور انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ بلاشبہ حضرت عیسیٰؑ جن کو عیسائیوں نے اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ وہ بھی ان آیات کے نزول کے وقت مردوں میں داخل تھے۔ اموات کے بعد عیسیٰؑ حیا۔ تاکید کے طور پر لایا گیا ہے۔ کیونکہ اموات سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے۔ کہ آئندہ کبھی اُن پر موت آئے۔ اس لئے فرمایا کہ انہیں وہ اس وقت بھی زندہ نہیں۔ عیسائیوں کا معترف۔ مسیحؑ سے دعائیں مانگنا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ اُسے خدا کہہ کر پکارتے ہیں۔ تب ہی

تو قیامت کے دن اُن سے یہ پوچھا جائے گا۔ **بُعِثْنِي ابْنَ مَرْيَمَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اَتُخَذُوا ذُنًى وَاُحْقَىٰ الْاِلٰهِيْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ** اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سولے دو محبوبو بنالو۔ (۵ آیت ۱۱۶) اب یہ کہنا کہ مذکورہ آیات صرف بتوں کے لئے ہیں قطعاً غلط ہے کیونکہ الذین کے الفاظ خض بتوں کے لئے کبھی نہیں آتے اور نہ وہ قیامت کے دن اٹھائے جائیگے۔

(پانچویں آیت) **مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى** اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائینگے۔ اور اسی سے تمہیں دوسری بار نکالیں گے۔ (۲۰ آیت ۵۵)

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو چیز زمین سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ زمین میں ہی جاتی ہے۔ اب یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰؑ مجسہ عنصری آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ قطعاً اس آیت کے خلاف ہے۔ کیونکہ انسان نے اپنی زندگی تو زمین پر گزارنی ہے جس جگہ اس کی روزی کے سامان رکھے گئے ہیں۔ نہ کہ آسمان پر ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔

(الف) **وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَارِشَ ۚ قَلِيلاً مَّا تَشْكُرُوْنَ** اور یقیناً ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور تمہارے لئے اس کے اندر روزی کے سامان رکھے تم بہت کم شکر کرتے ہو۔ (۷ آیت ۱۰)

(ب) **قَالَ اِهْبِطُوْا اَبْعَثْكُمْ لِبَعْضِ عَادٍ وَاُولٰٓئِكَ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ** وہ قال تبھا تخیرون و فیہا تمھو تون وصیہا تخرجون۔ کہا کل جاؤ تم ایک دوسرے دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور سامان ہے کہا اسی میں تم زندہ رہو گے۔ اور اسی میں مردو گے اور اسی سے تم نکلے جاؤ گے۔ (۷ آیت ۲۴ و ۲۵)

بلاشبہ قرآن کریم کے ان الفاظ "اسی میں تم زندہ رہو گے" سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ جسم فنا کی بغیر زمین کے اور کسی جگہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ محفل انجیل یانی کے زندہ

نہیں رہ سکتی۔ عقل و حضرات کے لئے غور کرنے کا مقام ہے۔

(چھٹی آیت) وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رَجُلًا نُّزِجِي إِلَيْهِمْ فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ
إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا آكَايَا كَلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا

خُلْدًا يَنْ ۝ اور تجھ سے پہلے ہم نے کسی کو نہیں بھیجا۔ سوائے مردوں کے جن کی طرف ہم
وحی کرتے تھے۔ پس اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے اور ہم نے اُن کے ایسے جسم
نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔ (۲۱ آیت ۸۷)

مذکورہ بالا آیات صاف بتاتی ہیں۔ کہ رسولوں کا جسم بھی دوسرے انسانوں کی ہی طرح
ہوتا ہے۔ جو کہ بغیر کھانے پینے کے قائم نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ بھی کھانا کھایا کرتے
تھے۔ جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ
خَلَقَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلَ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَنِ الطَّعَامَ ۗ ط مسیح ابن مریم
صرف رسول ہے۔ اس سے پہلے بھی رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔ وہ دونوں
کھانا کھاتے تھے۔ (۵ آیت ۷۵) جس سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا نہ تھے۔

کیونکہ جو کھانے پینے کا محتاج ہو۔ وہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرے یہ کہ جب تک
وہ کھانا کھاتے رہے اُن میں تغیر ہوتا رہا۔ تیسرے یہ کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اب کھانا
نہیں کھاتے۔ جیسے حضرت مریمؑ موت کی وجہ سے کھانا کھانے سے روکی گئیں۔ اسی طرح
سے ان کا بیٹا حضرت عیسیٰؑ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اب ان کا جسم خاکی نہیں رہا۔ اگر اس بات
کو تسلیم کر لیا جائے کہ وہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ رہتے ہیں۔ تو پھر اُن کا بغیر کھائے
پئے زندہ رہنا اور اُن میں کوئی تغیر بھی نہ ہوتا۔ سراسر مذکورہ بالا آیت کے خلاف
ٹھہرتا ہے۔

(ساتویں آیت) وَمَا جَعَلْنَاهُمْ بَشَرًا مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخُلْدُ

اور تجھ سے پہلے ہم نے کسی انسان کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔ تو کیا اگر تو مر جائے تو یہ

اَلَيْكُمْ مَّعَسِدٌ قَالَتَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْحِيدِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنَ بَعْدِي
اسْمُهُ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمَا بِالْبَيِّنَاتِ كَانُوا هَذَا سِحْرًا مُّبِينًا :- اور جب عیسیٰ بن مریم
نے کہا - اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں - اس کی تصدیق کرتا ہوا جو میرے
سامنے توریث سے ہے - اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوا جو میرے بعد آئے گا - اس کا
نام احمد ہے - سو جب وہ اُن کے پاس کھلی دلیل لے کر آیا تو انہوں نے کہا - یہ صریح
جادو ہے :- (۱۶۱ آیت ۶)

(۱) برادرانِ اسلام اگر حضرت عیسیٰ اب تک اس دنیا سے گور نہیں گئے - تو اس سے لازم
آتا ہے - کہ حضرت محمد رسول اللہ جن کا دورِ ملام احمد مجتبیٰ ہے - اب تک اس عالم میں تشریف فرما
نہیں ہوئے - کیونکہ آیت قرآنی اپنے کھلے لفظوں میں بتلا رہی ہے - کہ جب حضرت عیسیٰ اس
دنیا سے رخصت ہو جائیں گے - تب آنحضرت م اس عالم جہانی میں تشریف لائیں گے کیونکہ نص
میں آنے کے مقابل جانا بیان کیا گیا ہے - جس کی تائید مقدس انجیل سے بھی ہوتی ہے - اس آیت
کو ملاحظہ کیجئے - لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے - کیونکہ
اگر میں نہ جاؤں تو وہ تلسی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا - لیکن اگر جاؤں گا - تو اُسے تمہارے
پاس بھیج دوں گا :- (لوخا ۱۶ آیت ۴)

(۲) تعجب تو اس امر کا ہے کہ حضرت عیسیٰ تو یہ کہتے ہیں کہ میرے بعد حضرت احمد مجتبیٰ
تشریف لائیں گے مگر انہوں نے اکثر مسلمانوں نے اس کے خلاف یہ عقیدہ بنالیا کہ رسول اللہ کے
بعد حضرت مسیح آئیں گے - ایسے حضرات نے تنا بھی نہ سوچا کہ دنیا میں جب کسی رسول نے
دوسرے رسول کے آنے کی بشارت دی تو ایسا نبی ہمیشہ اپنے مبشر کی وفات کے بعد ہی آیا
اس کے خلاف مذہبی تواریخ میں ایک بھی نظیر نہیں ملتی - کہ کوئی رسول اپنے مبشر کی وفات سے
پہلے ہی آگیا ہو - جس سے صاف ثابت ہوتا ہے - کہ حضرت محمد رسول م حضرت عیسیٰ کی وفات
کے بعد دنیا میں تشریف لائے - صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں - اس لئے

وہ دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔

(دوسری آیت) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَاءُ وَاَمْواتًا کیا ہم نے زمین

کو زندہ اور مردوں کے سمیٹنے والی نہیں بنایا (۲۵ و ۲۶)

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ زمین میں کشش ہے۔ جو کہ جانداروں کو ہمیشہ اپنی طرف کھینچتی ہے۔ چنانچہ مشہور قول ہے۔ کہ ہر ایک چیز اپنے اصل کی طرف پھرتی ہے۔ چونکہ ایسی مخلوقات مٹی سے بنائی جاتی ہیں۔ لہذا زمین کی طرف جاتی ہیں۔ دوسرے فطروں میں یوں سمجھ لیجئے۔ کہ آسمان پر نہیں جاتی اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ گڑ ارض کے اوپر سات میل تک تو ہوا ہے اس کے بعد ہوا نڈر۔ لہذا جاندار اوپر جا کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ اللہ کا قانون ہرگز نہیں بدلتا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر نہیں گئے۔ بلکہ زمین پر ہی فوت ہو چکے ہیں +

علاوہ قرآن کریم کے ذیل کی احادیث سے بھی وفات صحیح ثابت ہوتی ہے۔

کتاب الیونیت والحواس فی بیان عقائد الاکابر مصنفہ عارف ربانی امام سید عبدالوہاب

نطنزی میں صفحہ ۲۴ حدیث ذیل بدیں الفاظ لکھی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ
وَأَنَا كَانُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ لَا كَنَ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ
الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ثُمَّ أَبْ لَهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلَى
آخِرِ الْمُرْسَلِ وَهُوَ عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَمَا أَبَانَ عَنْ ذَلِكَ حَدِيثُ لَوْ كَانَ
مُوسَى وَعِيسَى حَيَّيْنِ مَا وَسِعَهُمَا إِلَّا أَنْبَاءِي وَمَذَقَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
ذَلِكَ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مَوْجُودَ الْجَسَمِ مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلَى زَمَانٍ وَجُودِهِ لَكَانَ
جَمِيعُ بَنِي آدَمَ تَحْتَ شَرَفِيَّتِهِ حَسًّا وَلِهَذَا لَمْ يُبْعَثْ نَبِيٌّ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً
إِلَّا هُوَ خَاصَّةً فَجَمِيعُ شَرَائِكِ الْأَنْبِيَاءِ فِي الْحَقِيقَةِ شَرَعَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں۔ اور یہ بات فخر کی وجہ سے نہیں کہتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردار بنی آدم ہیں۔ اور وجہ یہ ہے۔ کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اُن کے نائب ہیں۔ آدم سے لے کر آخری رسول یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ اگر مومن اور عیسے زندہ ہوتے تو اُن کو بغیر میری اطاعت کے کوئی چارہ نہ ہوتا اور بلا شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہوتے تو حضرت آدم سے لے کر اُن کے زمانہ وجود تک تمام بنی آدم اُن کی شریعت کے زیر سایہ ہوتے اور یہی سبب ہے کہ کوئی نبی بھی کافہ الناس کے پاس نہیں بھیجا گیا اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک فرد ہیں۔ جو سب کے لئے مبعوث ہوئے۔ لہذا تمام نبیوں کی شریعتیں فی الاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہیں۔“

المواہب اللدنیہ معنی علامہ قسطلانی کے جلد اول صفحہ ۴۶ پر یوں لکھا ہے -
 عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَاتِبِهِ الَّذِي قُوِيَ فِيهِ لِعَائِشَةَ اَنَّ
 جِبْرِئِيلَ كَانَ يُعَادِضُنِي الْقَهْمَ اَنَّ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً وَرَأَيْتُهُ عَادَ مَنِي بِالْقَهْمِ اِنَّ الْعَامَ مَعَيْنِ
 وَخَبَّرَنِي اَنَّهُ لَعَنَ بَيْنَ نَفْعٍ اِلَّا عَاشَ نَصَفَ الَّذِي قَبْلَهُ وَخَبَّرَنِي اَنَّ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ
 عَاشَ عِشْرِينَ وَمِائَةً سَنَةً فَلَا اَرَى اَنِّي اِلَّا ذَاهِبًا عَلٰى رَأْسِ السِّتِّينِ اِنْتَهَى مُلَخَّصًا
 ”حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایام بیماری میں جس سے
 وہ بالآخر فوت ہو گئے فاطمہ کو فرمایا تھا کہ جبرائیل ہر سال ایک دفعہ قرآن شریف عرض کیا کرتا تھا۔ اور
 اس سال اُس نے دو دفعہ عرض کیا ہے۔ اور یہ بھی مجھے خبر دی ہے۔ کہ کوئی نبی نہیں کہ
 جس کی عمر اپنے ماقبل سے نصف نہ ہوئی ہو۔ اور یہ بھی مجھے خبر دی ہے کہ عیسیٰ بن مریم نے
 ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ لہذا میں امید کرتا ہوں کہ میں ۶۰ کے شروع میں اس دنیا
 سے کوچ کروں گا۔“

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن سُرَّوَالِكُمْ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول شیعہ و ختمِ کزیموالہ نبیوں کا۔ ایت ۳۳

اتمامِ حجت۔ بر ختمِ نبوت

حصہ دوم

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی نہ تھے کیونکہ ان پر وحی نبوت نازل نہیں ہوتی تھی جیسا کہ ان کا اپنا ارشاد ہے ”کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے“ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۷) ”قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم وین توسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود متفق ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر مسند وحی رسالت نہ ہو۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۸)

پہلی فصل۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے مختصر حالات زندگی اور دعویٰ مجذوبیت

(۱) حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان مغلیہ قوم کی شاخ برلاس سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح پر ہے۔ قزاق جو شاخ برلاس کا مورث اعلیٰ تھا۔ چھٹی صدی ہجری میں داخل اسلام ہوا۔ اس کا پوتا یرتال گذرا ہے جس کے دو لڑکے ہوئے ایک طراغی جس کی شاخ سے تیمور صاحب قتل ہوا۔ دوسرا حاجی برلاس، اس کی اولاد مرزا ہادی بیگ۔ ان سے محمد سلطان، محمد سلطان سے عبدالباقی اور ان سے محمد بیگ، محمد بیگ سے جعفر بیگ، اور ان سے الدین، اور الدین سے محمد دلاور۔ ان سے محمد اسلم۔ محمد اسلم سے محمد قائم اور ان سے فیض محمد، فیض محمد سے مرزا گل محمد، مرزا گل محمد سے مرزا عطا محمد، ان سے مرزا غلام مرتضیٰ، اور مرزا غلام مرتضیٰ سے حضرت مرزا غلام احمد۔

(۲) حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے والد غلام مرتضیٰ صاحب تھے اور آپ کی والدہ محترمہ چرخ بابی صاحبہ موضع آئیمہ ضلع بونہ میانپور کے ایک نہایت معزز اور صحیح النسب مغل خاندان کی تھیں۔ آپ کی ولادت توام بوقت صبح جمعہ کے دن ۱۳۳۱ھ میں واقع ہوئی دوسرا بچہ ایک لڑکی تھی جو بہت دن تک

زندہ نہ رہ سکی۔ سال ولادت کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا اپنا بیان درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میری پیدائش ۱۲۳۹ھ یا ۱۲۴۰ھ میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی تھی (۳) اس زمانہ کے مطابق جیسے عام شرفا و اراک کی تعلیم ہوتی تھی آپ کی تعلیم کے لئے بھی ایک مولوی صاحب فضل الہی نامی جو قادیان کے ہی رہنے والے تھے مقرر کئے گئے، انہوں نے آپ کو قرآن شریف اور فارسی کی چند کتابیں پڑھائیں، دو تین برس تک آپ انہیں سے تعلیم پاتے رہے، جب آپ کی عمر دس برس کے قریب ہوئی تو ایک صاحب مولوی فضل احمد باشندہ فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ آپ کو عربی پڑھانے پر مقرر کئے گئے۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ ”چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ابتدائی تخم ریزی تھی اس لئے ان استادوں کے ناموں کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگ آدمی تھے بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے۔“

۱۲۸۰ھ میں آپ کی تعلیم کے لئے مولوی گل علی شاہ صاحب ملازم رکھے گئے وہ بٹالہ کے رہنے والے تھے اور شیعہ مذہب رکھتے تھے۔ اس تعلیم کے حالات خود مرزا صاحب نے لکھے ہیں آپ فرماتے ہیں ”جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا اور ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروّجہ کو جانتیک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے۔“

(۴) ۱۲۵۰ھ میں جب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی عمر ۱۶ برس کے قریب تھی آپ کی شادی اپنے ماموں مرزا جمیعت بیگ کی لڑکی سے ہوئی۔ ۱۲۵۰ھ میں آپ کو امّہ تعالیٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام مرزا سلطان احمد صاحب تھا۔ چونکہ پہلی بیوی کا میلان آپ کے مخالفوں کی طرف بہت تھا اور وہ اسی رنگ میں رنگین تھی اس لئے حضرت صاحب نے تعلقات زن و شرعی قطع کئے ہوئے تھے البتہ انہما با بقاعدہ سے دیا کرتے تھے۔ چونکہ پہلی بیوی خدائی کاموں کے مخالفت تھی اس وجہ سے آپ نے ۱۲۸۰ھ میں بروز دو شنبہ میرنا نواب کی صاحبزادی سے دوسری شادی کر لی۔ نکاح مولوی نذیر حسین دہلوی نے پڑھا تھا اس بی بی سے دس اولاد ہوئی۔ پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں ان میں سے پانچ نے وفات پائی اور پانچ زندہ ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

- (۱) مرزا بشیر الدین محمود احمد - ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے :-
 (۲) مرزا بشیر احمد - ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے :-
 (۳) مرزا شریف احمد - ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے :-
 (۴) مبارک بیگم - ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئیں :-
 (۵) امۃ الحفیظہ - ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئیں :-

(۵) آپ کے والد صاحب یہ چاہتے تھے کہ جو دیات قبضہ سے نکل چکے ہیں انہیں واپس لیا جائے اس فرض کو پورا کرنے کے لئے آپ نے ان مقدمات کی پیروی شروع کر دی جو واپسی دیات کیلئے دائر کئے گئے تھے جن کے لئے آپ کو بسا اوقات لاہور اور ڈھولوی تک کا سفر پیدل کرنا پڑا۔ چونکہ دنیوی کاروبار میں ان سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی اس لئے انہوں نے چاہا کہ حضرت مرزا غلام احمد کو ملازمت میں داخل کر دیا جائے چنانچہ انہوں نے جتوں جانے کے لئے کہا اور آپ روانہ ہو گئے مگر جتوں میں ملازمت کا کوئی انتظام نہ ہو سکا لہذا وہاں سے واپس بلا لئے گئے۔

(۶) اپنے والد صاحب کی تحریک پر ۱۸۹۶ء کے قریب حضرت مرزا غلام احمد ملازمت کیلئے سیالکوٹ تشریف لے گئے اور اہل متفرقات کی آسامی پر مقرر ہو گئے ۱۸۹۸ء تک سیالکوٹ میں قیام فرمایا اس تمام عرصہ میں آپ نے اپنے فرائض کو نمائش دیا سدا رہی اور پورے احساس فرض کے ساتھ سرانجام دیا اگرچہ ۱۸۹۸ء ہی میں صاحبزادہ صاحب میں جنہوں نے مولوی نور الدین مرحوم کی وفات کے بعد کلمہ لیس اپنے باپ کا جانشین بن کر اور خلیفہ المسیح ثانی کا لقب اختیار کر کے اس بات کا اعلان کر دیا کہ منوالہ تک میرے والد صاحب نے اپنے دعوے کو نہیں سمجھا اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے :- اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو بیوں کے مولدے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی موبینا (نما کرتا ہوں) ”حقیقۃ النبوة صلی اللہ علیہ وسلم“ میں انہیں اپنے نبی ہونے کی سمجھ آگئی لہذا منوالہ میں اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے ”اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اجماع جماعت میں اختلاف پڑ گیا اور دو گروہ ہو گئے ایک قادیانی دوسرا لاہوری۔ قادیانی تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نبی تھے اور لاہوری یہ کہتے ہیں کہ وہ مجدد تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ دیجئے کہ قادیانی ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور لاہوری ختم نبوت کا اقرار۔ اگر میاں صاحب یہ اعلان حضرت مرزا صاحب یا مولوی نور الدین مرحوم کی زندگی میں کرتے تو کیا ہی اچھا ہوتا تب تو اس امر کا ہے کہ انکی زندگی میں کیوں ایسا اعلان نہیں کیا گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ اس وقت تک اپنے باپ کو نبی بنانے کا خیال سر میں سیلانا تھا۔

آپ ایک معمولی آسامی پر تھے مگر آپ کی پارسائی، وقار، خود داری، علم و فضل کی وجہ سے آپ خاص عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مگر آپ کا دل نوکری میں نہ بگا اس لئے ۱۸۶۵ء میں ملازمت سے استعفیٰ لے دیا۔ اور مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتب کا مطالعہ شروع کیا مگر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے۔

(۷) سب سے پہلی روایات کو ۱۸۶۲ء کے قریب آئی اس کے بعد روایاتے صادقہ کا سلسلہ شروع ہو گیا جو بحسبہ پوری ہوتی تھیں یہ وہی روایاتے صادقہ ہیں جنہیں جو جو بت کہا جاتا ہے ۱۸۶۷ء کے قریب آپ کو سب سے پہلے ابہام ہوا اس کے بعد ابہامات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شروع ہو گیا۔ ماموریت کا ابہام مارچ ۱۸۶۷ء میں نازل ہوا تھا ۱۸۶۸ء میں آپ نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا لیکن آپ نے سلسلہ بیعت شروع نہیں فرمایا تعجب فرمان الہی نازل ہوا تو یکم دسمبر ۱۸۶۸ء کو بیعت کا اعلان فرمایا سب سے پہلی بیعت ۱۸۶۹ء میں بمقام لڑھیانہ لڑی۔ سب سے پہلے مولوی نور الدین مرحوم خلیفہ اول نے بیعت کی۔ اس کے بعد میر عباس علی میاں محمد حسین مراد آبادی اور میاں عبدالرشید سنوری نے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ پہلے دن چالیس آدمیوں نے بیعت کی۔

(۸) حضرت مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ کی تصنیف سے لے کر مرتے دم تک مجدد کا ہی دعویٰ رکھا ہے جس کی مختلف تاویلیں کی ہیں، مثلاً مسیح موعود، محدث، ولی، مجازی، بروزی، ظلی، لٹوی جزوی اور عکسی بنی۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب حقیقی معنوں میں نبی ہوتے تو پھر اتنی تاویلیں ہرگز نہ کرتے۔ کیا کسی اور نبی نے بھی لفظ نبیؐ کی اتنی تاویلیں کی ہیں۔ تاویلیں کرنا ہی ثابت کرتا ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ کیونکہ ان پر وحی نبوت نازل نہیں ہوتی تھی۔

(۹) حضرت مرزا غلام احمد شروع مئی میں ۱۹۰۷ء میں قادیان سے لاہور تشریف لائے اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر قیام فرما ہوئے ۲۵ مئی ۱۹۰۷ء کو آپ نے خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر ایک پُرچوش تقریر فرمائی، ان دنوں حضرت ایک مصنف ”پیغام صلح“ لکھنے میں مصروف تھے۔ ۲۶ مئی کو سارا دن آپ مصنفون لکھنے کے بعد شام کے وقت سیر کو تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے مرض اسہال کا دورہ پڑا علاج ہوتا رہا۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ۱۱ بجے شب کو اسہال آنے پر طبیعت بہت کمزور ہو گئی۔ پھر دو اور تین بجے شب کے درمیان بڑا اسہال آیا۔ اس پر حضرت مولانا خلیفہ المسیح اول خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کو آپ نے بلوا بھیجا۔ علاج کیا گیا مگر فائدہ نہ ہوا اس

عرصہ میں حضرت اقدس یہی کہتے رہے اے میرے پیارے، اے میرے پیارے، اے میرے پیارے امتہ، اے میرے پیارے امتہ صبح کی نماز کی اذان کان میں پڑی تو پوچھا کیا صبح کا وقت ہو گیا، باوجود سخت نا طاقی اور کمزوری کے آپ نے نماز کی نیت باندھ لی اور نماز ادا کی، اسی دن ۲۴ ربیع الاول مطابق ۲۶ مئی ۱۹۱۷ء بروز سہ شنبہ ۱۰ بجے صبح کے قریب حضرت اقدس کی روح اپنے محبوب صیقلی سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اڑھائی بجے تک تمہیر و تکفین سے فراغت ہوئی تین بجے کے قریب ایک کثیر جماعت نے جنازہ پڑھا ۴ بجے آپ کا جنازہ کندھوں پر اٹھا کر لاہور میٹن پر لایا گیا۔ پونے چھ بجے ریزرو گاڑی میں رکھا جا کر رات کے دس بجے بنالے لایا گیا۔ پھر ٹرل سے دو بجے شب کے احباب اسے کندھوں پر اٹھا کر قادیان لائے جو بنالے سے ۱۱ میل، اور وہاں ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۱۷ء بروز چار شنبہ مقبرہ ہشتی میں دفن کیا گیا ۷

(۱۰) حضرت مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد بغیر کسی قسم کے اختلاف کے مولوی نور الدین مرحوم آپ کے جانشین مقرر کئے گئے اور انہیں خلیفہ المسیح اول کے لقب سے پکارا جاتا تھا اس وقت میں بشیر الدین محمود احمد صاحب کی عمر قریباً ۱۹ سال کی تھی۔ عرصہ چھ سال کے بعد ۱۹۱۸ء میں مولوی نور الدین صاحب فوت ہو گئے، آپ کی وفات کے بعد میاں صاحب نے حضرت میرزا صاحب کا جانشین ہونے اور خلیفہ المسیح ثانی ہونے کا اعلان کر دیا اور کھلم کھلا کہہ دیا کہ حضرت میرزا صاحب نبی تھے جو نہیں بنیں ماننا وہ کافر۔ اب جو احمدی انہیں خلیفہ نہیں مانتے وہ یہی کہتے ہیں کہ ایسے عقائد رکھنے والا شخص حضرت مسیح موعود کا جانشین نہیں ہو سکتا ۶

دوسری فصل کیا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۱۷ء تک اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھا

(۱۱) باوجود اس امر کے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو ۱۸۸۸ء سے لے کر ۱۸۹۸ء تک بارہ سال کے عرصہ میں کئی دفعہ اللہ تبارک تعالیٰ کی وحی اور الہام میں نبی ہکر پکارا گیا تھا مگر پھر بھی نبی ہونے کا انکار کر کے اپنے آپ کو محدث اور مجازی نبی ہی کہتے رہے چنانچہ اس کی تائید ان کے صاحبزادہ میان بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیانی نے بھی کی ہے مگر یہ کہتے ہوئے کہ وہ اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھتے تھے اس لئے نبی ہونے کا انکار کرتے تھے۔ تعجب ہے کہ ایک نبی۔ نبی ہو کر بھی اپنے دعویٰ اور مرتبہ کو نہ سمجھے

بہر حال آپ کی ذیل کی تحریر قابل ملاحظہ ہے۔
لے اخذ از بشارت علی مرتضیٰ سید عبد المجید صاحب ۶

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت یحییٰ موعودؑ چونکہ ابتدائی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نبی شریعت لائے۔ یا بعض حکم منسوخ کرے۔ یا بلا واسطہ نبی ہو۔ اس لئے باوجود اس کے کہ وہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقع میں ضروری ہیں۔ آپ میں پائی جاتی تھیں۔ آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے رہے۔ اور گو ان ساری باتوں کا دعویٰ کرتے رہے، جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے۔ بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے۔ اس لئے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے۔“ (حقیقت البتوت صفحہ ۱۲۴)

(۲) اس تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد کو ۱۸۸۵ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک یعنی پندرہ سال کے عرصہ میں لفظ نبی اور محدث میں فرق ہی معلوم نہ ہو سکا اور اتنا بھی سمجھ سکے کہ نبی کس کو کہتے ہیں اور محدث کس کو؟ اور لگاتار آپ بتوت کا انکار اور حقیقت کا اقرار کرتے رہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اتنے عرصہ تک اپنے دعویٰ کو ہی نہ سمجھا بلکہ شک و شبہ میں ہی رہے جیسا کہ میاں صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔

”ایک وقت جب اپنے آپ کو نبی خیال نہ کرتے تھے تو اپنے لئے جب نبی کا لفظ امانت

لے لے کر بات تو یہ ہے کہ بیسے ۱۹۰۱ء سے پہلے نبی کا انکار کر کے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے اسی طرح سے ۱۹۰۱ء کے بعد بھی ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۹۰۱ء کے بعد

”اول۔ عربی اور عبرانی زبان نبی کے معنی میں پیشگوئی کرنا والے کے ہیں، جو خدا تعالیٰ سے اہام یا کشف کیوں کرے۔ پس جبکہ قرآن شریف کی رو سے ایسی بتوت کا دروازہ بند نہیں جو متوسط فیصل و اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ حاصل ہو۔ اور وہ بذریعہ وحی الہی کے محض امور پر اطلاع پاوے۔ تو پھر ایسے نبی اس امت میں کیوں نہیں ہونگے

۱۹۰۱ء سے پہلے

”ماں ایسا نبی جو شکوۃ بتوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور بتوت نامہ نہیں لکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تمکید سے باہر ہے کیونکہ وہ باعث اتباع اور فانی الرسول ہونے کے جناب خاتم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جڑ کل میں داخل ہوتی ہے۔ (ذوالاہام صفحہ ۷۵)

محدث من وجہ نبی بھی ہوتا ہے مگر وہ ایسا نبی ہے

میں دیکھتے تو اس کے معنی یہ کر لیتے کہ ہر محدث ایک رنگ میں جزئی نبی ہوتا ہو گا اسی لئے مجھے نبی کہا جاتا ہے۔ (حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۹)۔

ہر حال بیٹا تو یہ کہتا ہے کہ باپ نے اپنے دعوے کو بارہ سال تک نہیں سمجھا مگر باپ ایسے کہنے والوں کو نیم سودائی مہر داتا ہے۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:-

بیٹا

”اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعویٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی۔ اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں۔“ (حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۴)

”اور یہ تعریفوں کا اختلاف ہی تقاضا کی وجہ

باپ

”اولیٰ بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر کسی الہام کے سمجھنے میں غلطی ہو جانے تو امان اٹھ جاتا ہے۔ اور شک پڑ جاتا ہے کہ شاید اس نبی یا رسول یا محدث نے اپنے دعویٰ میں بھی دھوکا کھایا ہو۔ یہ خیال غلط ہے۔ اور جو لوگ نیم سودائی ہوتے ہیں

بقیۃ حاشیہ صفحہ

اس پر کیا دلیل ہے۔ ہمارا مذہب نہیں کہ ایسی نبوت پر ہر ہر لگ گئی ہے؟
نیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱-۱۹۰

بقیۃ حاشیہ صفحہ

جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے ریختنی حاصل کرتا ہے“
(انزالہ اوہام صفحہ ۵۸)

اور جو شخص کثرت سے شرف پہنکائی کا پاتا ہے اس کو محدث کہتے ہیں۔ (انزالہ اوہام صفحہ ۹۱)۔

جیسے انزالہ اوہام کے الفاظ ”ایسا نبی“ کی تشریح یہاں محدث بیان کی گئی ہے اسی طرح سے نیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱ کے الفاظ ”ایسے نبی“ سے مراد محدث ہی لی گئی ہے کیونکہ معترض کا سوال تھا کہ محدث نبی کہاں سے کہتا ہے یا نہیں اس اعتراض کو ملاحظہ کیجئے۔ بقولہ: احادیث میں نازل ہونے والے میثی کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ تو کیا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ قرآن میں بھی محدث ہی تھے۔ اگر وہ نبی ہوتے تو پھر معترض ہرگز یہ سوال نہ کرتا ”کیا محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے“ ہر حال صفحہ ۱۸۱ کے بعد بھی آپ کا محدث ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں آ سکتا اسلئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے (شہادت القرآن دوم باب فی صفحہ ۱۹۰)

باب

وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔“

(اعجاز محمدی صفحہ ۲۹۷)

بیٹا

سے ۱۹۷۷ء سے پہلے آپ اپنی نبوت کو جزوی اور ناقص قرار دیتے رہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو آپ کو جو درجہ دیا گیا تھا۔ اس سے آپ نبوت نہ سمجھتے تھے (حقیقۃ النبوة ص ۱۲۸)

بلاشبہ صاحبزادہ صاحب کی تحریر سے یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ تعریفوں کا اختلاف تو ۱۹۷۷ء کے بعد بھی پایا جاتا ہے تو پھر اس وقت حضرت مرزا صاحب کو اپنے نبی ہونے کی سمجھ کیسے آگئی؟۔
(۱۷۷) حقیقتاً حضرت مرزا غلام احمد کو مجدد مسیح موعود حکم اور عدل مان کر پھر ان کی نسبت ایسا کہنا نہ صرف انہیں ذلیل کرنا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم پر یہ حرف لانا ہے کہ کیوں اس نے ایسے ”ذہین“ شخص کو مسوخت کیا جو اپنے دعوے کی کیفیت تو نبی کی بیان کرے مگر نبی ہونے کا انکار کر کے محذوف ہونے کا اقرار کرے گویا انہی بھی قابلیت نہ ہو کہ خود اپنے دعوے کو صحیح سمجھ کر دوسروں کو سمجھا سکے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ دعوے تو ادا نہ درجہ کار کئے مگر دعوے کی کیفیت بلند درجے کی بیان کرے جس پر یہ مثال صادق آتی ہے کہ ایک شخص کے پاس ہو تو پتیل مگر اس کی تعریف ایسی کرے کہ وہ سونا سمجھا جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسا شخص نہ تو سونے کو سمجھتا ہے اور نہ پتیل کو بلکہ لوگوں کو دبوکہ دیتا ہے جس سے وہ خواہ مخواہ بھی غلط فہمی میں پڑ جائیں چنانچہ یہ وجہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب کے مکفرین نے بھی ان کے دعوے کی کیفیت سے انہیں نبی بغیر شریعت کے ہی سمجھ کر ان پر کفر کا فتوے لگایا تھا۔ بہر حال حضرت مسیح موعود کے دعوے کے متعلق آپ کا فرزند ادا آپ کے مکفرین ایک ہی نتیجے پر پہنچے ہوئے ہیں۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

صاحبزادہ حضرت مسیح موعود

”خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود چونکہ ابتدائی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نبی شریعت لائے۔ یا بعض حکم منسوخ کرے یا بلاوا اسطرح نبی ہو۔ اسلئے باوجود اس کے کہ وہ

مکفرین حضرت مسیح موعود

”اس الزام کے جواب میں شاید قادیانی یا اس کے حامی یہ دو غلط پیش کریں۔ اول یہ کہ ہر چند قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس نبوت کا دوسرا نام

مکفرین حضرت مسیح موعود

محدثیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے نبوت کے دعویٰ سے محدثیت کا دعویٰ مراد ہے۔ حقیقتاً اور نبی ہونیکا دعویٰ... جواب یہ ہے کہ اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہدی ہے کہ جس نبوت کا اسکو دعویٰ ہے اور اسکا دروازہ قیامت تک کھلا رہیگا۔ اس کا دوسرا نام محدثیت ہے۔ اور اسی محدثیت کے معنی سے نبوت کا وہ مدعی ہے مگر ساتھ اس کے اس نے محدثیت کے معنی ایسے بیان کیے ہیں اور انکی حقیقت کی بھی شرح کر دی ہے کہ اس سے نبوت اور کچھ مراد نہیں لیں گے۔
(ذوقی کفر ص ۷۷)

صاحبزادہ حضرت مسیح موعود

سب شرائط جو نبی کیلئے واقع میں ضروری ہیں آپ میں پائی جاتی تھیں آپ نبی کا نام اختیار کر نیسے نکال کر تے ہے ایہ گوان ساری باتوں کا دعویٰ کرتے ہے۔ جنکے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے اس لئے آپ کو محدث کہتے ہے اور میں جانتے تھے کہ میں دعویٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونیسے انکار کرتا ہوں۔
(حقیقۃ النبوة صفحہ ۱۲۲)

(۴) صرف اتنا فرق ہے کہ مکفرین حضرت مسیح موعود نبوت جلد یعنی ۱۸۹۱ء میں ہی اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے مگر ان کے فرزند ارجمند صاحب کئی برسوں کی تحقیقات اور محنت شاقہ کے بعد ۱۹۱۱ء میں اس نتیجے پر پہنچے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مکفرین بہ نسبت صاحبزادہ صاحب کے زیادہ ذی علم ذہین، سمجھدار اور نہ صرف زود فہم بلکہ دور اندیش بھی تھے کیونکہ انہوں نے تو اسی وقت کہہ دیا تھا کہ مرزا صاحب نے بغیر فریعت کے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اگر میاں صاحب کے اس نتیجے کو صحیح سمجھا جائے تو پھر مکفرین کے نتیجے کو کیونکر درست سمجھا جائے آخر کچھ تو انصاف سے کام لینا چاہیے اب میاں صاحب کا مکفرین کے نتیجے کے متعلق اپنی تصنیف ”حقیقت النبوة“ میں کچھ نہ لکھنا سراسر بے انصافی ہے جس کی تہ میں صرف اتنی خود غرضی ہے کہ میں مریدوں کو اس بات کا علم نہ ہونے پائے کہ سب پہلے مکفرین نے ہی حضرت مسیح موعود کی خبروں سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ وہ بغیر شریعت کے نبی ہیں۔ جبکی آج کل میاں صاحب خوب اشاعت کر رہے ہیں۔

(۵) علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مکفرین حضرت مسیح موعود تو دشمنی اور عداوت کی وجہ سے اور میاں صاحب پوری محبت میں غلو کرنے کی وجہ سے ایسے نتیجے پر پہنچے کہ حضرت مسیح موعود کو ایک ہی مقام پر کھڑا کر دیا۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب اپنے مکفرین کے ایسے نتیجے کی تردید کیا کر چکے تھے اب لے جس طرح سے یہ مکفرین اصحاب صاحب حضرت مسیح موعود کو ایک ہی مقام پر لا کر کھڑا کرتے ہیں، اسی طرح سے ہم بھی ان

نہ سمجھا تب ہی تو دونوں ایک ہی نتیجے پر پہنچے جسے حضرت مرزا صاحب نے کذب قرار دیا تھا اگر اس جواب سے مکفرین کی تردید ہو سکتی ہے تو پھر ان کے فرزند ارجمند کی کیونکر تردید نہیں ہو سکتی آخر کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیئے۔ علاوہ ازیں میاں صاحب کے قول کی اس ملاحظہ سے بھی تردید ہو سکتی ہے کہ جماعت احمدیہ میں سے کسی شخص نے بھی سال ۱۹۱۱ء تک ایسا نتیجہ نہیں نکالا تھا حالانکہ ان سے بڑھ چڑھ کر لائق اور فائق اشخاص موجود تھے نہ صرف علم میں بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں بھی۔ کیا ایسا نتیجہ نکالنے کے لئے صرف میاں صاحب کو ہی علم لدنی ملا تھا اور باقی تمام حضرات اس سے بے غیب رہ گئے تھے۔

(۷) دراصل بات یہ ہے کہ مکفرین نے حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں آکر انہیں کافر ٹھہرانے کے لئے اور میاں صاحب نے ان کی ضد میں آکر مسلمانوں کو کافر ٹھہرانے کے لئے حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے ایسا نتیجہ نکالا۔ دو مستوجب میاں صاحب نے سال ۱۸۹۷ء سے پہلے کی تحریرات سے ہی غلط نتیجہ نکالا ہے تو پھر اس بات کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وہ سال ۱۸۹۷ء کے بعد کی تحریروں سے کوئی صحیح نتیجہ نکالیں گے حالانکہ ان میں بھی ویسا ہی نبی ہونے کا انکار اور محدث ہونے کا اقرار پایا جاتا ہے جبکہ سال ۱۸۹۷ء سے پہلے کی تحریروں میں پایا جاتا تھا بطور نمونہ سال ۱۸۹۷ء کے بعد کے حوالے ملاحظہ فرمائیے۔

(۸) ”اور اس اُمت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمات اور مخاطبات ہیں اور ان کو رنگ انبیاء دیا جاتا ہے مگر وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اور ان کو نہیں دیا جاتا مگر تم قرآن اور وہ نہ قرآن پر زیادہ کرتے ہو اور نہ کم کرتے ہو۔“ (مواعب الرحمن صفحہ ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸ء)

(ج) ”ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے شرف ہوتے ہیں اور غوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں انکی قبول ہوتی

لے چونکہ یہ حوالہ سال ۱۸۹۷ء کے اور سال ۱۸۹۷ء کا ہے لہذا میاں صاحب نے ”حقیقت النبوة“ میں اس کی تاویل یہ کر دی ہے۔ ”یہاں محدث کا لفظ اس لئے بڑھایا گیا ہے کہ ہر ایک نبی محدث ہی ہوتا ہے“ مگر افسوس اتنا بھی نہ سوچا کہ یہ تشریح سال ۱۸۹۷ء سے پہلے محدث کے حوالوں پر کیوں کا کر نہ ہوئی جب کہ اس وقت بھی حضرت مرزا صاحب کی وحی اور الامام میں نبی کا لفظ موجود تھا اگر وہاں بھی یہ تشریح ہو سکتی تھی تو ایسے حوالوں کو منسوخ کر کے یہ کہنے

ہیں۔ اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں؛ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱۹۳) اب کیا وجہ ہے کہ سلاطین کے بعد کے ایسے حوالوں سے بھی جہاں نبی ہونے کا انکار کر کے دئی اور محدث ہونے کا اقرار کیا ہے وہی مذکورہ بالا نتیجہ نہ نکالا جائے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھتے تھے بات تو معقول ہے بشرطیکہ میاں صاحب کی سمجھ میں آجائے آخر انسان کو کسی اصول کا ماتحت ہی کام کرنا چاہیئے؟

(۸) مگر افسوس صاحبزادہ صاحب اس کے متعلق کوئی جواب دے نہیں سکتے اور جواب بھی کیونکر دیں جب کہ حضرت سید موعود کی تحریروں کو آپس میں مطابقت دینے کی بجائے منسوخ کرنا ٹھہرا۔ جو کہ ایک سال کا کام ہے کیونکہ اس کے لئے کسی گہرے علم کی ضرورت نہیں ہوتی، البتہ علمیت کا کام تو یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کی مطابقت کر کے نتیجہ نکالے کہ وہ بغیر شریعت کے نبی تھے جس سے نہ تو انکی قات پر کوئی زد پڑتی اور نہ اللہ تعالیٰ کے علم پر کوئی حرف آتا اور نہ ان کی بارہ سال کی تحریرات منغلطہ انکار نبوت کو منسوخ کرنا پڑتا۔ افسوس تو صرف اس امر کا ہے کہ میاں صاحب کے مندر عقلمندانہ نکلے ورنہ انہیں یہ مشورہ دیتے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو نبی ہی مانتا ہے تو پھر کسی عقلمندانہ اور دانشمندانہ طریقے سے بناشیں کم از کم ان کی تحریروں کی تو آپس میں مطابقت کر دیں۔ اب حضرت سید موعود حکم اور عدل کی تحریروں کو منسوخ کر کے انہیں نبی بنا کر رکھا میاں صاحب کی کمزوری ہے جس کی وجہ سے ان کی نبوت کا مسئلہ ایسا ہی پیچیدہ اور لاینحل ہو گیا ہے جیسا کہ عیسائیوں کی تثلیث کا مسئلہ دلوں میں تین باپ۔ بیٹا اور روح القدس، اسیکے بھی وہی مماثلت، باپ۔ بیٹا اور روح القدس۔ وسی میں تو نبی کا لفظ صاف موجود ہے۔ باپ اس کی یہ تاویل کرتا ہے کہ میں محدث ہوں اور مجازی نبی۔ بیٹا کہتا ہے کہ باپ کو سمجھ نہیں آتی وہ تو نبی تھے۔ غرض کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا عجیب گورکھ دھندہ ہے جو کہ سمجھانے سے بھی نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ) کی کیا ضرورت تھی کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے کو نہیں سمجھا لیا ہے وہ اپنے آپ کو بجائے نبی کے محدث کہتے رہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے سلاطین میں نبی بن گئے تھے تو پھر سلاطین کے حوالے میں نبی اور رسول کیسا تھ محدث کا لفظ کیوں بڑھایا کیا انہیں انٹیم خیال نہ تھا کہ اب تو میں نبی بن گیا ہوں محدث کا لفظ کیوں لکھوں؟ اس لفظ کا بڑھانا ہی صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ اس وقت بھی اپنے آپ کو محدث ہی سمجھتے تھے؟

مختلفہ معتز نے دنیا میں کیا ہی اچھا نبی بھی ماحس نے عمر بھر اپنے دعوے کو ہی نہ سمجھا۔ اب لوگ اُسے کیا سمجھیں اور کیا مانیں۔

(۹) دراصل حضرت مسیح موعود کی تحریرات متعلقہ نبوت کو آپس میں مطابقت کرنا میاں صاحب کی طاقت سے باہر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق نہ صرف وہ خود غلط فہمی میں ہیں بلکہ اپنے مریدوں کو بھی مبتلا کر رکھا ہے جو ایک افسوس کا مقام ہے، اب مریدوں کی اتنی ناگفتہ بہ حالت ہو گئی ہے کہ انہیں اتنی بھی بہت نہیں پڑتی کہ میاں صاحب کے اتنا بھی مطالبہ کر سکیں کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق تمام تحریروں کی خواہ وہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہوں یا بعد کی آپس میں مطابقت کر کے بتائیں کیونکہ اپنے مطلب کے حوالوں کو لے لینا اور ان حوالوں کو جو کہ اُن کے مخالف پڑتے ہوں منسوخ کر دینا کوئی عقلمند یا نہیں بلکہ لوگوں کو دھوکا دینا ہے اور دھوکا دینے والا شخص کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) آخر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت مرزا صاحب کے ابہام اور وحی میں بنی کا لفظ موجود تھا تو پھر وہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اور ۱۹۰۱ء کے بعد بھی نبی ہونے کا انکار کیوں کرتے رہے۔ اس کے لئے ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:-

خاکسار کا جواب اور اس کے نتائج
در اصل نبی ہونے کا انکار کرنے کی یہ وجہ تھی
کہ حضرت مرزا صاحب جناب رسالت کا حضرت محمد مصطفیٰ کو آخری نبی سمجھتے تھے یہی سبب کہ نبی کے لفظ کی طرح طرح کی تاویلیں کر کے زندگی بھر اپنے آپ کو محدث۔ مجازی نبی۔ بروزی نبی۔ اور امتی نبی قرار دیتے رہے تاکہ خاتم الانبیاء کی شان میں کوئی فرق نہ آنے پائے اور نہ خاتم النبیین کی آیت اور نہ حدیث (الانبیاء) کی تکذیب ہونے پائے اور یہی باعث تھا کہ آپ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی لگاتار نبی ہونے کا انکار کرتے رہے۔ اب یہ وجہ بتلانے سے نہ

میاں صاحب کا جواب اور اس کے نتائج
(۱) اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعویٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں حقیقتہً نبوت اور یہ تعریفوں کا اختلاف ہی محتاج کی وجہ سے پہلے آپ اپنی نبوت کو جزوی اور ناقص قرار دیتے رہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو آپ کو جو درجہ دیا گیا تھا اس آپ نبوت سمجھتے تھے۔ (حقیقۃً النبوتہ ص ۱۲۵)
اب نبی ہونے کا انکار کرنے کی یہ وجہ بیان کرنا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے کو نہیں سمجھتے تھے سراسر غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء میں دوسرے شخص اتنا کام نہیں کر سکتا وہ قرآن کریم کی تفسیر کیا سمجھتے۔

(میاں صاحب کا جواب اور اسکے نتائج)

کے بعد بھی نبی ہونے کا انکار کیا ہے۔ بطور مثال ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) ”اور اس امت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمات اور مخاطبات ہیں اور ان کو رنگ انبیاء دیا جاتا ہے مگر وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچایا ہے۔ اور ان کو بتیں دیا جاتا مگر غم قرآن اور وہ قرآن پر زیادہ کرتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں۔“ (مواہب الرحمن ص ۱۹۹)

(۲) ”اور پھر ایک اور تاوانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بڑا کلمے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کا ملزم اقرا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے، ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹)

(ج) ”اور یہ کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔“ (تمہ حقیقۃ الوحی ص ۷۱)

اگر ۱۹۱۰ء کے بعد بھی نبی کا انکار کر نیکی وہی وجہ تھی جو کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے نبی ہونے کا انکار کرنے کی بتائی گئی ہے۔ تو پھر صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے عمر بھر تو اپنے دعوے کو

(خاکسار کا جواب اور اس کے نتائج)

تو حضرت مرزا صاحب کی ذات پر کوئی زور پڑتی اور نہ اللہ تعالیٰ کے علم پر کوئی حرف آتا ہے۔

اور نہ اس پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے مگر افسوس یہ تشریح میاں صاحب کی سمجھ میں ہرگز نہیں بیٹھتی اور نہ بیٹھتی نظر آتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی تشریح سے آپ کے والد صاحب نبی نہیں بن سکتے۔ اب نبی ہونے کا انکار کرنے کی مذکورہ بالا وجہ قرار دینے سے حضرت یحییٰ موعودؑ کی تحریرات سے ذیل کے نتائج نکلتے ہیں، پہلا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ نہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی اور نہ وہ ۱۹۱۰ء میں نبی بننے دو سوا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت یحییٰ موعودؑ نے اپنی کسی تحریر کو منسوخ نہیں کیا۔

نہیں کو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

چوتھا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو نبی بمعنی محدث مان کر کسی کو کافر نہیں ٹھہرانا پڑتا۔

پانچواں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ احمد کی پیشگوئی کا مصداق آنحضرت ہی تھے کیونکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں جس پر اس پیشگوئی کو چسپاں کیا جاسکے۔

(یقیناً) بسلسلہ جواب میاں صاحب) اور نہ اپنے مرتبہ کو سمجھا ہذا ایسے شخص کو نبی ماننا اور منوانا کوئی عقلمند نہیں کیونکہ جو شخص خود ہی اپنے دعوے کو نہیں سمجھ سکتا وہ دوسرے کو کیا خاک سمجھائے گا عقلمند صاحبان کے لئے غور کرنے کا مقام ہے۔ اب نبی ہونے کا انکار کرنے کی مذکورہ بالا وجہ بیان کرتے سے میاں صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے۔

پھلا نتیجہ تو یہ نکالنا پڑا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے سلسلہ میں نبی بن گئے تھے دوسرا نتیجہ یہ نکالنا پڑا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی سلسلہ سے پہلے کی وہ تحریرات جن میں آپ نے نبی ہونے کا انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں۔

تیسرا نتیجہ یہ نکالنا پڑا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں۔

چوتھا نتیجہ یہ نکالنا پڑا کہ تمام کلمہ گو اہل اسلام جو کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے کافر ہیں۔

پانچواں نتیجہ یہ نکالنا پڑا کہ اسماء احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مرزا صاحب تھے حقیقتاً میاں صاحب کے مذکورہ بالا نتائج نہ صرف غلط ہیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ پر ہستان ہیں کیونکہ حضرت مرزا صاحب سلسلہ کے بعد بھی بدستور نبی ہونے کا انکار کرتے رہے اور رسول اللہ کو آخری نبی مانتے رہے اور اہل قند کو مسلمان ہی سمجھتے رہے، اور اسماء احمد کی پیشگوئی کا مصداق رسول اللہ کو ہی ٹھہراتے رہے اور اپنی تحریروں کو منسوخ نہ کرتے رہے۔

تیسری فصل۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے دعوئی میں کوئی تبدیلی کی؟
(۱) اس کے متعلق صاحبزادہ کا تو یہ قول ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو سلسلہ نامک

یعنی پورے بارہ سال تو یہی سمجھتے رہے کہ میں نبی نہیں ہوں بلکہ محدث ہوں مگر سلسلہ میں آپ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا "حقیقت النبوة" صاف ظاہر ہے کہ اس اعلان سے پہلے وہ نبی نہ تھے مگر انفس تو صرف اس امر کا ہے کہ ایسی ہم تبدیلی کے متعلق نہ تو خدا نے ان کو وحی بھیجی اور نہ کوئی الہام ہوا اور نہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے کوئی ارشاد فرمایا کہ اب میں محدث سے نبی بن گیا ہوں ہذا لوگوں کو کیونکر یقین ہو کہ وہ غیر نبی سے نبی بن گئے تھے اگر انہوں نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی ہوتی تو پھر انہیں عام اعلان کر دینا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قلاں وحی کے ماتحت میں اپنا عقیدہ تبدیل کرتا ہوں کیونکہ اب میں نبی بن

گیا ہوں بس کسی ایسی وحی یا اہام کا نہ ہونا اور نہ کسی لیے اعلان کا شایع کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی نہیں کی ۔

(۲) اب میاں صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے نبی بن گئے تھے محض ان کی اپنی اختراع ہے جو کہ اس لئے ایجاد کی گئی ہے کہ اپنے باپ کو نبی کے رتبہ تک پہنچایا جائے اور ختم نبوت کے عقیدہ کو جھٹلایا جائے حالانکہ باپ کا تو دعوے کے بعد آخری دم تک وحی اور ختم نبوت کا ہی مشن رہا۔ یعنی یہی کہتے رہے کہ خاتم النبیین والی آیت اور حدیث لابی بعدی کے ماتحت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں لہذا ان کے بعد نہ تو پرانا نبی آ سکتا ہے اور نہ نیا کیونکہ ختم نبوت کی ہر ٹوٹ جاتی ہے غرض کہ حضرت مرزا صاحب زندگی پھر خاتم النبیین کے معنی ملائے سے پہلے اور اس کے بعد بھی آخری نبی کے ہی کہتے رہے ۔ اگر انہوں نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی ہوتی تو پھر ضرور خاتم النبیین کے معنوں میں بھی کوئی تبدیلی کرتے اب ان کا خاتم النبیین کے معنوں میں کوئی تبدیلی نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی نہیں کی ۔

(۳) اب میاں صاحب نے اپنے باپ کی راہ کو چھوڑ کر اپنی زندگی کا نصب العین یہ بنالیا ہے کہ اس بات کی اشاعت کی جائے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں ہیں ۔ اور نہ حدیث لابی بعدی کے تحت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں کیونکہ ان کے بعد نبی آتے رہیں گے حالانکہ حضرت مسیح موعود کا یہ ارشاد ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں ۔ بہر حال ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے ۔

پیٹا

باپ

”اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار کھدی جائے تو مجھے یہ کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا تو میں اسے کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے کذاب ہے۔“ (انوار الخلافہ صفحہ ۱۲)	”آنحضرت نے بار بار فرما دیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور حدیث لابی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔“ (دلائل البرہان صفحہ ۱۵۸)
---	--

مذکورہ بالا بیانات میں سے ایک تو ضرور جھوٹا ہے اور وہ یقیناً صاحبزادہ صاحب کا ہی ہے کیونکہ ان کے والد صاحب مرحوم تو قرآن کریم اور حدیث شریف کے ماتحت عمر بھر ہی کہتے رہے کہ آنحضرت آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ تو نیا اور نہ ہی پرانا کیونکہ اس سے خاتم الانبیاء کی شان پر خرق پڑتا

ہے مگر اس کے خلاف میاں صاحب یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت کے بعد نبی کا نہ آنار رسول اللہ ص کی جگہ ہے
ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:-

بیٹا

”اور یہی محبت تو ہے جو مجھ اس بات پر
مجموعہ کرتی ہے کہ باب نبوت کے بجلی مند
ہونے کے عقیدہ کو جہاں تک ہو سکے باطل کر دوں
کیونکہ اس میں آنحضرت ص کی جگہ ہے۔“

(حقیقۃ النبوة ص ۱۵۷)

باب

”اگر یہ کہا جائے کہ مثیل موسیٰ یعنی آنحضرت تو
حضرت موسیٰ سے افضل ہیں تو پھر مثیل مسیح کیوں ایک ہی
آیا اس کا جواب یہ ہے کہ مثیل موسیٰ کی شان ثابت
کرنے کے لئے اور خاتم الانبیاء کی عظمت دکھانے کے
لئے اگر کوئی بی آتا تو پھر خاتم الانبیاء کی شان عظیم میں
رضخہ پڑتا۔ (ازالہ اوہام ص ۶۶)

(۴) غرض کہ حضرت مرزا غلام احمد نے نہ تو اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی اور نہ یہ کہا کہ میں نبی ہوں
یعنی مجھ پر وحی نبوت نازل ہوتی ہے اور نہ یہ کہا کہ رسول اللہ آخری نبی نہیں ہیں بلکہ یہ کہا کہ ہم بھی نبوت
کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ البتہ حضرت میرزا صاحب نے شروع دعوے سے ہی لے کر مرتے دم تک اپنے آپ
کو حقیقی نبی کے بالمقابل مجازی نبی ضرور کہا ہے اور مجازی نبی وہ ہوتا ہے جس پر وحی ولایت نازل ہو مگر یہ
نکتہ میاں صاحب کی سمجھ میں آج تک نہ آیا اور نہ کبھی آئے گا یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی تصنیف
”تحقیق النبوة“ میں اس امر پر کوئی روشنی نہیں ڈالی کہ آیا حضرت مسیح موعود کی وحی - وحی ولایت تھی یا وحی نبوت
اور روشنی نہ ڈالنے کی یہ وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی زندگی بھر یہی نہیں کہا کہ میری وحی وحی نبوت
ہے - اور نہ وہ ایسا کہہ سکتے تھے کیونکہ ان کی تحریر موجود ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ ص
ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا۔ (ازالہ اوہام ص ۷۷) البتہ وحی ولایت ہونے کا ضرور تذکرہ
کیا ہے اس حوالے کو ملاحظہ کیجئے:-

”ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ میں تو نبوت کا مدعی نہیں کہ تا فوری عذاب نازل کروں ان پر واضح ہے
کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ص کے قائل ہیں اور
اس کے متعلق قادیانی حضرات تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ جو شخص صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوے کرے
اس پر لعنت لگتی ہے حالانکہ جو شخص رسول اللہ ص کے بعد اس بات کا مدعی ہو کہ اس پر وحی نبوت نازل ہوتی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں مگر وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور یہ اتباع صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔۔۔۔۔ غرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔ اپریل ۱۸۹۹ء (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۲۳)

اگر یہ کہا جائے کہ یہ حوالہ سلفہ سے پہلے کا ہے تو پھر ہر بانی کر کے سلفہ کے بعد کا وہ حوالہ پیش کیا جائے جس میں حضرت یح موعود نے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار دیا ہو اگر کوئی ایسا حوالہ نہ دکھایا جائے تو پھر حضرت مرزا صاحب کے پانچواں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاۓ وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے، جو مخالفین کے حق میں کہے تھے کیوں نہ میاں صاحب پر بھی چسپاں کئے جائیں کیونکہ وہ بھی تو حضرت یح موعود پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ان کی وحی وحی نبوت تھی اب صاحبزادہ صاحب کا ایسا کہنا حقیقتاً تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے ۛ

(۵) اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مرزا صاحب بغیر شریعت کے بنی تھے تو پھر ان پر ایک اعتراض تو یہ وارد ہوتا ہے کہ مکفرین نے یہ سمجھ کر کہ ان کا دعویٰ تو بغیر شریعت کے بنی ہوئے کا ہے۔ کفر کا فتوٰ لے لگایا تھا تو پھر ان کی تردید میں یہ کیوں کہا کہ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے:-
”اور مکفرین کے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ ہے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں سو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بھائی معلوم رہے کہ میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور میں نے انہیں کہہ ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔“

(حجۃ البشری صفحہ ۷۹)

دوسرا یہ کہ جب مکفرین کے الزام کی تردید کر چکے تھے تو پھر اپنی تحریروں سے سلفہ میں وہی نتیجہ کیوں نکالا جو کہ مکفرین نے سلفہ میں نکالا تھا۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:-

نتیجہ حضرت یح موعود

نتیجہ مکفرین

”اور جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار

”خدا دینی کا ختم نبوت کو نبوت تشریفی او“

کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور

کلی سے مخصوص کرنا اور اپنے آپ کو محدث قرار دینا

اس پر منت کی گئی ہے جیسا کہ اس تحریر کے سیاق و سباق سے ثابت ہوتا ہے۔

نتیجہ مکفرین

اپنے لئے جزائی نبوت اور ایک نوع نبوت کو تجویز کرنا اور ایک قسم کا نبی کہلانا صاف مشعر ہے کہ وہ اپنے آپ کو انبیائے بنی اسرائیل کی مانند (جو نبی شریعت نہ لاتے بلکہ پیروی شریعت سابق کی کرتے اور نبی کہلاتے) نبی سمجھتا ہے۔۔۔ یہابیات صاف پکارتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ صاحب جی ہیں۔ مندر ہیں پیغمبر ہیں۔ سب کچھ میں صرف کسر ہے تو اتنی ہے کہ آپ کو نبی کا اب نہیں لائے۔ بلکہ انبیائے بنی اسرائیل کی طرح پہلی کتاب کے تابع ہیں۔

(فتویٰ کفر صفحہ ۷۳-۷۴)

نتیجہ حضرت مسیح موعود

پر کوئی شریعت لانے والے نہیں ہوں اور میں متقلد پر نبی ہوں۔ مگر ان محضوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر نبی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا اور میرا یہ قول کہ ”میں مسیح موعود نیل اور وہ ام کتاب“ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ

میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ (یک ظلمی کا اقرار)

(۶) اگر حضرت مسیح موعود کی مذکورہ بالا تحریر سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ وہ بغیر شریعت کے نبی تھے جیسا کہ ان کے صاحبزادہ بھی ۱۹۱۸ء سے یہی نتیجہ نکال رہے ہیں اور اس کے ثبوت میں اسی حوالے کو پیش کرتے ہیں تو پھر ایک تو حضرت مرزا صاحب کا مکفرین کے مذکورہ بالا نتیجے کی نگاہ میں سال تردد کرنا باطل ٹھہرتا ہے اور دوسرے ان کے یہ الفاظ ”میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی“ مکفرین کے حق میں جھوٹے ٹھہرتے ہیں بلکہ اٹھان کے اپنے خلاف جاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دعوے کو نہیں سمجھا جیسا کہ ان کے فرزند ارجمند بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ اس عبارت کو ملاحظہ کیجئے :- ”اور یہ تعریفوں کا اختلاف ہی تھا جس کی وجہ سے ۱۹۱۸ء سے پہلے آپ اپنی نبوت کو جزوی اور ناقص قرار دیتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو آپ کو جو درجہ دیا گیا تھا۔ اس سے آپ نبوت نہ سمجھتے تھے۔“ (حقیقۃ النبوة صفحہ ۱۷۸)

آنحضرت قبول میاں صاحب آپ نے بھی ۱۹۱۸ء میں اپنی تحریروں سے یہ نتیجہ نکالا کہ میں بغیر شریعت کے نبی ہوں، جو کہ مکفرین نے ۱۸۹۶ء میں نکالا تھا صاف ظاہر ہے کہ مکفرین بلا کے ذہن تھے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے دس سال پہلے سے ہی یہ نتیجہ نکال لیا جو کہ آپ کے دس سال کے بعد

نکالا۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ حضرت مرزا صاحب تو سال کے بعد مکفرین کے نتیجے کے ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے فرزند جو وہ سال کے بعد تائب ہوئے تو اس امر کا ہے کہ وہی میں نبی اور رسول کے الفاظ تو حضرت میٹھ موعودؑ پر نازل ہوئے مگر ان کے صحیح سمجھنے میں مکفرین نہ صرف میاں صاحب سے بلکہ ان کے والد صاحب سے بھی بھقت لے گئے۔

(۷) بلاشبہ حضرت مسیح موعودؑ کی مذکورہ بالا تحریر سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ بغیر شریعت کے نبی تھے سراسر غلط ہے کیونکہ اسکی تشریح وہ خود ایک غلطی کا ازالہ میں ہی کر چکے ہیں مگر افسوس اس پر میرا نصاب کی نظر نہیں پڑتی ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے :-

(۲) اب اس تمام تحریر سے مطلب یہ ہے کہ جابل مخالفہ سیری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول۔ ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگانا ہے جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صودت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اور رسول اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں۔“

(ایک غلطی کا ازالہ)

(۱) اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں اپنے رسول مقتدر سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاک اس کے واسطے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ نبی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ ”میں مستم رسولؑ بنیاوردہ ام کتاب“ اس کے معنے صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

تحریر نمبر (۱) میں صاف لکھا ہے ”اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں“ جس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ ”وہ اتنی کہلاتا ہے نہ کہ مستقل نبی“ (خبر حضرت مہتمم صفحہ ۱۹۱) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب انہی نبی تھے۔ تحریر نمبر ۲ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ بروزی نبی تھے۔ حقیقتاً حضرت مرزا صاحب کے یہ الفاظ ”میرے قول کے

سمجھنے میں غلطی کی؟ جو مکفرین کے حق میں کہہ لیتے میاں صاحب پر بھی خوب صادق آتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی تحریر نمبر (۸) سے غلط نتیجہ نکالتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ مذکورہ بالا ہر دو تحریرات کی مطابقت نہیں کرتے۔

(۸) دراصل بات یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے مکالمہ درمخاطبہ آئلیہ کے پانے والے کو طرح طرح کے ناموں سے پکارا ہے محدث، امتیجی نبی، جزئی نبی، غلطی نبی، مجازی نبی، لغوی نبی، ناقص نبی، متعارف نبی، عکسی نبی، اعزازی نبی، بروزی نبی، اور غیر تشریفی نبی۔ اب میاں صاحب ان تمام تشریحوں کو چھوڑ کر صرف آخری تشریح کو لے کر حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی پٹری جھاتے ہیں حالانکہ جس جگہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو غیر تشریفی نبی کہا ہے وہاں ہی امتیجی نبی اور بروزی نبی کے الفاظ موجود ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ بغیر شریعت کے نبی ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ مکالمہ درمخاطبہ آئلیہ کا شرف حاصل کرنے والے کو شریعت میں نبی نہیں کہا گیا؛ ورنہ مطلب یہ ہے کہ ایسی نبوت کو شریعت سے کوئی تعلق نہیں یعنی ایسی نبوت شریعت میں کوئی حجت نہیں۔ اسکی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک دفعہ لمبھونے کی وجہ سے قادیان میں عید نہ ہو سکی اور حضرت مرزا صاحب کو دوسری ذریعہ یہ بتلایا گیا کہ عید آج ہے مگر پھر بھی اپنے اس عید نہ کی۔ حالانکہ آپ کے مریدوں نے یہ بھی کہا کہ آپ کو ابہام ہو چکا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ عید کی نماز پڑھ لیں مگر آپ نے جواب دیا کہ میری وحی شریعت میں حجت نہیں لہذا اگلے دن عید کی تبیلیر یہ ہے کہ مکالمہ درمخاطبہ کی وحی، وحی نبوت نہیں ہوتی بلکہ وحی ولایت ہوتی ہے اور ولی ہمیشہ بغیر شریعت کے ہی ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مکفرین کو یہ جواب دیا گیا کہ ”میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا“ اور صاف کہہ دیا کہ اس نبوت سے وہ نبوت مراد نہیں جو پہلے محققوں میں گذر چکی ہے“ (الاستفتاء، ضمیمہ تحقیقات الوحی صفحہ ۱۶) کیونکہ پہلے نبیوں کی وحی کو وحی نبوت قرار دیا گیا ہے مگر حضرت مسیح موعود نے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار نہیں دیا ہے

(۹) اگر اس تشریح کو سچا تسلیم نہ کیا جائے تو پھر حضرت مرزا صاحب کی تحریرات میں اختلاف لازم آتا ہے اور ان کی بارہ سال کی تحریرات متعلقہ انکار نبوت کو منسوخ کرنا پڑتا ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ مکفرین کو جو جواب دیا گیا تھا وہ غلط تھا علاوہ ازیں میاں صاحب پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود نے اپنی زندگی میں ہی نبی ہونے کا انکار کرنے کی یہ وجہ بیان کر دی تھی کہ میں صاحب شریعت نبی نہیں ہوں۔ تو پھر ان کی سلسلہ سے پہلے کی تحریروں کو جہاں نبی ہونے کا انکار کیا ہے منسوخ کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی؟ کیونکہ منسوخ کرنا تو اس امر کی دلیل ہے کہ ان کی تحریروں میں ضرور کوئی اختلاف تھا جس کا رفع کرنا آپ کی علمی طاقت سے باہر تھا۔ حالانکہ ایسی تشریح کی موجودگی میں انکار نبوت اور قرار نبوت کی تحریریں میں نہایت آسانی سے مطابقت ہو سکتی تھی۔

پہنچتی فصل حضرت مرزا غلام احمد صاحب دلیانی نے کس سال اپنے دعوے میں تبدیلی کی؟

(۱) صاحبزادہ صاحب ایک غلطی کا ازالہ سے تو یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوے میں تبدیلی

۱۸۹۰ء میں کی، مگر حقیقت الوحی کی رو سے یہ کہتے ہیں کہ یہ تبدیلی ۱۸۹۷ء میں ہوئی اور کبھی

یہ لکھتے ہیں کہ ”آپ شروع دعوے سے ہی نبی تھے“ (حقیقتہ البتہ ص ۴۷) دو متذہب نبی ہونے کا تو ایک سال

مقرر ہونا چاہیے یہ تو کبھی ہو نہیں سکتا کہ نبی نہ مانے کے لئے مختلف سال مقرر کئے جائیں اور انکل پچر سے

کام لیا جائے جس سے لوگوں کو خواہ مخواہ بھی یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ حضرت مرزا صاحب ہرگز نبی نہ تھے

آخر حضرت مرزا صاحب نبی کب ہوئے؟ اور انہیں اپنے نبی ہونے کی سمجھ کب آئی۔ اس کے لئے مختلف سال

کیوں مقرر کئے جاتے ہیں؟ کبھی تو یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنا عقیدہ ۱۸۹۷ء میں تبدیل کیا جیسا کہ

حقیقتہ البتہ صفحہ ۱۲۱ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان الفاظ کو ملاحظہ کیجئے ۱۸۹۷ء اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۹۷ء

میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے“ اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ تریاق انقلاب (یعنی ۱۸۹۲ء) کے بعد نبوت

کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی کی، ”حقیقتہ البتہ ص ۱۲۳“ اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۹۷ء میں تبدیلی کی اس عبارت کا

مطالعو کیجئے۔ آپ نے تو اس وقت پہلے عقیدہ کو منسوخ قرار نہیں دیا جب تک کہ حقیقت الوحی میں آپ

پر اعتراض نہیں تھا تب بیشک آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی بارش کی طرح نازل ہونے والی وحی سے میں نے پہلا عقیدہ

سہ بقول میاں صاحب اگر حضرت مرزا صاحب کو ”ابتدا دعویٰ سے اللہ تعالیٰ نے نبی کے مقام پر کھڑا کیا ہے“ اور

”آپ شروع دعویٰ سے ہی نبی تھے“ (حقیقتہ البتہ ص ۴۷) تو پھر حضرت مسیح موعودؑ ۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۰ء تک

لگاتار بارہ سال نبوت کے دعویٰ سے انکار کیوں کرتے رہے۔ اور کس واسطے مدعی نبوت کو کہ آپ کا فرادہ ملعون کہتے رہے

ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے۔ (۱) نبوت کا دعویٰ نہیں۔ محدثیت کا دعویٰ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا۔ (۲) (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(ج) ”اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت

کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وہی رسالت حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔“ (دین الحق ص ۱۲) اور فقہار ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۷ء (ص ۱۲)

(ج) ان پر واضح ہو کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر نعت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ اور افسوس کہ

علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے جو زیر سایہ نبوت محمدیہؐ اور اتباع

انجذاب معلوم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں۔ عرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت

اور جودیت کا دعویٰ ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات حصہ سوم ص ۲۲۳) (دبانی حاشیہ بر ص ۴۳۳)

بدل دیا دھقیقۃ البیۃ صفحہ ۱۳) اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۹۰ء کے آخر یا ۱۸۹۱ء کے شروع میں نبوت کا دعویٰ کیا حالانکہ ۱۸۹۱ء میں وہ نبی نہ تھے ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے :-

حضرت مرزا صاحب ۱۸۹۱ء میں نبی تھے ”یسا نصاحب نے بحیثیت گواہ صفائی بمقدمہ سرکار بنام سید علاء اللہ شاہ صاحب بخاری عدالت سپیشل مجسٹریٹ گورداسپور میں تاریخ ۲۴ مارچ ۱۹۲۵ء بمقام برائیل وکیل ملازم حلفا یہ بیان دیا کہ حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت ۱۸۹۰ء کے آخر میں یا ۱۸۹۱ء کے شروع کیا (الفصل ۳، راجع صفحہ ۱۳)	حضرت مرزا صاحب ۱۸۹۱ء میں نبی نہ تھے کیونکہ تریاق القلوب میں آپ باوجود مجسٹریٹ کی نبوت کے دعویٰ ہونے پر جبر ۱۸۹۱ء سے چلا آتا تھا آپ اپنے آپکے غیر نبی قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث یا جزئی نبی درحقیقت نبی نہیں ہوتا دھقیقۃ البیۃ ۱۳) یہ کتاب ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی تھی :-
---	--

(۲) بلاشبہ میاں صاحب کے مذکورہ بالا حلفی بیان نے ان کی مذکورہ بالا تمام تحریروں کو جن میں تبدیلی عقیدہ کے لئے مختلف سال مقرر کئے جاتے ہیں جھوٹا ٹھہرا دیا ہے اب ایسے شخص کو جسے عمر میر اپنے دعوے کی سمجھ ہی نہ آئی۔ لوگ نبی کیسے مان لیں۔ موائے ان کے جو اپنی قتل اور سمجھ کو اپنے پیروں کے پاس گروی رکھ چکے ہوں اور سوچنے اور سمجھنے کے قوے کو معطل کر چکے ہوں۔ علاوہ ازیں لطف کی بات تو یہ ہے کہ نہ صرف باپ نے اپنا عقیدہ بلکہ ان کی وفات کے بعد بیٹے نے بھی بدلا اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے :- ”اور یہ تبدیلی عقیدہ مولوی محمد علی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اول یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں دوم یہ کہ آپ ہی آیت احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن مجید اور سورہ صفت آیت ۶ کے مصداق ہیں۔ سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد میں لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ۱۹۱۳ء یا اس سے تین یا چار سال پہلے سے میں نے یہ عقائد اختیار کئے ہیں۔ (آئینہ صداقت صفحہ ۲۵)

(بقدرہ حاشیہ صفحہ ۲۵) اگر حضرت مرزا صاحب شروع دعویٰ سے ہی نبی تھے تو پھر نبی سے پہلے از کر محدث کیوں بن گئے جس کی تائید میاں صاحب بھی کرتے ہیں، ”اور چونکہ آپ کو نبی نہ سمجھتے تھے اس لئے آپ کا خیال تھا کہ نبی سے پہلے از کر جو درجہ ہے وہ محدث کا ہے۔ میں ہی ہونگا اور اس درجہ کا نام محدث ہی ہوگا دھقیقۃ البیۃ صفحہ ۱۳)

علاوہ ازیں اگر حضرت مرزا صاحب شروع دعوے سے ہی نبی تھے تو پھر انہیں ۱۸۹۱ء میں اپنے دعوے میں تبدیلی کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی ؟

(۳) اب صاحبزادہ صاحب سے ایک سوال تو یہ کیا جاتا ہے کہ اگر آپ نے مذکورہ بالا عقائد ۱۹۱۷ء سے تین چار سال پہلے اختیار نہیں کئے تو کب اختیار کئے۔ اختیار کرنا ہی ثابت کرتا ہے کہ آپ نے اپنے عقائد میں کوئی تبدیلی کی۔ مگر تبدیلی کی اس کے متعلق اب کوئی سال نہ بتانا و حقیقت لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔ ہر مافی کر کے صداقت سے کام لیجئے اور صاف طور پر کھلم کھلا بتا دیجئے کہ آپ نے ان عقائد کو جو کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں تھے چھوڑ کر یہ نئے عقائد کس سال اختیار کئے۔ کیا عجیب بات ہے کہ آپ اپنے باپ کے متعلق تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے دعویٰ کے شرع سے بارہ سال کے بعد یعنی ۱۹۱۷ء میں اپنے عقیدے میں تبدیلی کی اور اپنے متعلق یہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کی تبدیلی عقیدہ کے دس یا بارہ سال کے بعد اپنے عقائد میں تبدیلی کی۔ آخر اتنی دیر تک اپنے عقائد میں تبدیلی نہ کرنے کی وجہ تھی، معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آپ بھی ۱۹۱۷ء تک اپنے باپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے یا آپ یہ سیکم تیار کر رہے تھے کہ کس طرح سے لوگوں میں حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی پٹری جمانے کی راہ نکالی جائے۔ دراصل اس سیکم کو مکمل کرنے کے لئے آپ کو اپنے سابقہ عقائد چھوڑ کر مذکورہ بالا نئے عقائد اختیار کرنے پڑے۔ تو پھر اس وقت یعنی ۱۹۱۷ء میں آپ نے لگے ہاتھوں یہ بھی اعلان کر دیا کہ میرے باپ نے بھی تو ۱۹۱۷ء میں اپنے عقائد میں تبدیلی کی تھی۔ جس کی تہ میں یہ غرض تھی کہ نہ صرف آپ کو اپنے عقائد بدلنے بلکہ اپنے باپ کو نبی بنانے اور ختم نبوت کا انکار کرتے اور اسماء احمد کی پیشگوئی کو حضرت میرزا صاحب پر چسپاں کرنے اور اہل اسلام کو جو کہ آپ کے باپ کو نبی نہیں مانتے کا فخر ظہرانے میں آسانی ہو اور تبدیلی عقائد کے متعلق نہ تو آپ کے باپ پر اور نہ آپ پر کوئی حرف آنے پائے۔ بھلا جب باپ اپنے عقیدے کو بدلے تو پھر بیٹا کیوں نہ بدلے چنانچہ مشہور قول ہے کہ ”الاولئ ستر کا بیٹا“ بیٹا اپنے باپ کا بھید ہے۔

(۴) دوسرا سوال یہ ہے کہ بقول آپ کے جب حضرت مرزا صاحب اپنی زندگی یعنی ۱۹۱۷ء میں اپنا عقیدہ تبدیل کر کے نبی بن گئے تھے تو پھر آپ نے اپنے عقائد کو اسی سال ان کی زندگی میں کیوں نہ بدلایا مولوی نور الدین صاحب مرحوم کی زندگی میں کیوں نہ کوئی ایسا اعلان کر دیا جس سے یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ نے اپنے عقائد کو بدل دیا ہے۔ اب آپ کا اپنے عقائد کو ان کی وفات کے بعد تبدیل کرنا ایک تو یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ نہ صرف اپنے باپ کو نبی بنانا بلکہ اپنے آپ کو بھی بڑا بنا نا چاہتے تھے تاکہ لوگ یہ کہہ سکیں کہ یہ تو نبی کا بیٹا ہے چنانچہ اتنی ہی محنت آپ نے ۱۹۱۷ء میں حضرت میرزا صاحب کی ۱۹۱۷ء سے پہلے کی تحریروں کو جن میں انہوں نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے منسوخ کر دیا ہے دوسرے یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت سید موعود نے اپنی زندگی میں تو اپنے

دعویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں کی یہ صرف آپ کا بہتان ہے جو کہ اُن کی وفات کے بعد ان پر لگایا گیا ہے تاکہ اپنے باپ کو نبی بنا کر ان مسلمانوں کو جو کہ انہیں نہیں مانتے کا فریضے کا ایک ڈھنگ نکالا جائے اگر یہ بہتان نہیں تو پھر آپ نے اُن کی یا مولوی نور الدین مرحوم کی زندگی میں کیوں نہ اپنے تبدیلی عقیدہ کا اعلان کیا؟ کیا آپ کسی سے ڈرتے تھے بلاشبہ ڈر کر حق کا اعلان نہ کرنا ہر گناہ بڑی کا نشان ہے۔ ایسا شخص خلافت کا حق دار نہیں ہو سکتا۔

(۵) اب اس تبدیلی عقیدہ کے متعلق یہ کہنا کہ جیسے حضرت میرزا صاحب پیدے حیات مسیح کے قائل تھے اس کے بعد خدا کی وحی کے ماتحت اپنا عقیدہ بدلا۔ اسی طرح سے نبوت کا عقیدہ بھی بدلا اب یہ مثال سرسری غلط ہے کیونکہ حیات مسیح کا عقیدہ تو ان کا اپنا بنایا ہوا تھا کہ خدا کا بتلایا ہوا یہی وجہ تھی کہ اللہ نے بذریعہ وحی کے اس کی اصلاح کر دی۔ مگر نبوت کے متعلق تو ان کے دعوے کے بعد ان کی وحی میں نبی کا لفظ لگاتا رہا جاتا تھا تو پھر وہ نبی ہونے کا انکار کیوں کرتے رہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ وفات مسیح کے متعلق وحی پانے پر وہ کچھ عرصہ تک حیات مسیح کے ہی قائل رہے اور اسی طرح سے اپنی وحی میں باوجود نبی کا لفظ ہونے کے پھر بھی وہ ۱۹ تک نبی ہونے کا انکار کرتے رہے تو ایسے شخص کو جو اللہ کی وحی پانے کے بعد بھی لوگوں کے

خیالات کی پیروی کرے یا اپنے سابقہ خیالات پر ہی جائے ظالم قرار دیا گیا ہے اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔
وَلَقَدْ أَتٰبَعْتَ اٰهْوَآءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْوَعْدِ اِنَّكَ اَدْخَلْتَ الْمِنَ الظَّالِمِيْنَ
اور اگر تو ان کی گری ہوئی خواہشوں کی پیروی کرے اس کے بعد جو تیرے پاس علم سے آچکا ہے تو بیشک اس وقت تو ظالموں میں سے ہو گا۔ آیت (۲: ۱۲۵) اور حضرت میرزا صاحب کا باوجود وحی پانے کے پھر بھی عام مسلمانوں کے

عقیدے حیات مسیح پر جہار سے اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے: ”اگرچہ خزانہ عالی نے براہین احمدیہ میں میرا نام عین لکھا۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں

سلسلہ اور برہنہ میں جب آپ نے حیات مسیح کا اعلان کیا تھا تو اس کی وجہ نہ تھی کہ اس وقت مسیح زندہ تھا بلکہ یہ وجہ تھی کہ گو ایسے اہام ہو چکے تھے جن سے اس کی وفات ثابت ہوتی تھی لیکن آپ نے عام عقیدہ کو ترک کرنا پسند نہ کیا جب تک بار بار کے ابہامات سے آپ کو اس طرف متوجہ نہ کیا گیا اسی طرح اور بالکل اسی طرح حضرت مسیح موعود کو جن ابہامات میں نہی کہا جاتا تھا آپ انکو محدثیت اور مجددیت کی طرف منتقل کر دیتے تھے حقیقتہً النبوءۃ منہم ۳۰ حتی کہ حضرت مسیح موعود باوجود مسیح کا خطاب پانے کے دس سال تک یہی خیال کرتے رہے کہ مسیح آسمان پر زندہ نہیں۔ ص ۱۲۴۔

کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا، اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عالم سماںوں کا اعتقاد تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارے میں بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آیا تھا تو یہی ہے۔ اب حضرت مرزا صاحب کو ظالم ٹھہرنے کی تبت بہتر یہی ہے کہ ان کی وحی کو وحی ولایت ہی قرار دیا جائے جو کہ وحی نبوت کے مقابلے پر بیت دھندلی ہوتی ہے جیسا کہ اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے۔ ”سب کے لئے اللہ تعالیٰ کے مکالمات میں سے حصہ ہے علیٰ حب مدایح ہاں وحی انبیاء کی شان اتم اور اکمل ہوتی ہے۔“ (تحفہ بغداد صفحہ ۲۰۱ اور اولیٰ) اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہ تھے اگر وہ نبی ہوتے تو پھر اللہ تعالیٰ کو ایک بات سمجھانے کے لئے بارش کی طرح وحی کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

پانچویں فصل۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے تبدیلی عقیدہ کی بنیاد کس پر ہے؟
(۱) میاں صاحب اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب ۱۹۱۸ء تک اپنے آپ کو مسیح موعود مجتہد اور محدث ہی کہتے تھے اور نبی ہونے کا انکار کرتے تھے مگر بعد ازاں کسی وقت اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے محدث سے نبی ہونے کا دعوے کر دیا چنانچہ اس تبدیلی عقیدہ کی بنیاد ایک ”نو“ ایک غلطی کا ازالہ جو کہ ۱۹۱۸ء میں شائع ہوا اور دوسرے حقیقت الوحی جو کہ ۱۹۱۸ء میں طبع ہوئی۔ لکھی ہوئی ہے مگر دعوے میں تبدیلی کا خیال ۱۹۱۸ء سے شروع ہو گیا تھا گو پورے زور اور صفائی سے نہ تھا گویا ابھی تک یہ خیال ابتدائی حالت میں ہونے کی وجہ سے کمزور اور دھندلا سا ہی تھا اور مکمل ہو کر یقین کی حالت تک نہیں پہنچا تھا جیسا کہ میاں صاحب کی ذیل کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔

”اس عقیدہ کے بدلنے کا پہلا ثبوت اشتہار ایک غلطی کا ازالہ سے معلوم ہوتا ہے جو پہلا تحریری ثبوت ہے۔ ورنہ مولوی عبدالکیم صاحب کے خطبات جمعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۸ء سے اس خیال کا اظہار منقطع ہو گیا تھا۔ گو پورے زور اور پوری صفائی سے نہ تھا۔ چنانچہ اسی سال میں مولوی صاحب نے اپنے ایک خطبہ میں حضرت مسیح موعود کو مرسل الہی ثابت کیا اور کلاخ فرق بین احد منہم علی آیت کو آپ پر چسپاں کیا اور حضرت مسیح موعود نے اس خطبہ کو پسند بھی فرمایا ہے اور یہ خطبہ اسی سال کے الحکم میں چھپ چکا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ پورا فیصلہ اس عقیدہ کا ۱۹۱۸ء میں ہوا ہے۔ (حقیقۃ النبوة ص ۱۲۲)

(۲) میاں صاحب کی مذکورہ بالا تحریر سے حضرت سید موعودؑ پر نعوذ باللہ یہ زد پڑتی ہے کہ وہ بڑے متعین شخص اور چال باز تھے جیسا موقع دیکھتے تھے ویسی ہی چال چل جاتے تھے گویا مذہب کو پالٹیکس بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ تبدیلی عقیدہ کے متعلق ابھی تک یہی تصویر بوری تھی کہ کس طرح اس خیال کا پورے زور اور پوری صفائی کے ساتھ مریدوں میں اٹھار کیا جاسکے تاکہ انہیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب تو نبی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ دیجئے کہ حضرت سید موعودؑ نے پہلے نبی ہونے کا خیال تو دل میں جما لیا تھا مگر کسی خاص موقع کی تلاش میں لگے ہوئے اور اس سوچ میں بہتے تھے کہ کس طرح سے اس خیال کو مکمل کئے اپنے مریدوں میں نبوت کی پٹری جمائے گا ڈھنگ لگا جائے آخر ان کی یہ مرام ۱۹۱۷ء میں پوری ہوئی تھی صدی کا آغاز تھا۔ نئے ولے تھے نئی خواہشیں تھیں، نئی انگلیں تھیں۔ اتفاق سے اُن دنوں میں ایک مرید نے ان کے نبی ہونے کا انکار بھی کر دیا، اس پر نہ صرف حضرت سید موعودؑ نے اپنے مرید کو ڈانٹا بلکہ ایک اشتہار نام ایک غلطی کا ازالہ شائع کر کے یہ اعلان کر دیا کہ میں تو نبی ہوں۔ گویا اس طرح سے تبدیلی عقیدہ کا فیصلہ جو کہ عرصہ سے دھوا چلا رہا تھا ہر نومبر ۱۹۱۷ء کو پورا ہو گیا اور اس میں سے آپ نے محدث کا دعوے چھوڑ کر نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا، یعنی محدث سے کی لائن اکھیر کر نبوت کی پٹری جمائی اب یہ مبارک دن دنیا کی مذہبی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے جلو ایک یادگار کے سہ گہ جیسا کہ میاں صاحب لکھتے ہیں تو آپ نے نبی ہونے کا اعلان کیا اور جس شخص نے آپ کے نبی ہونے سے انکار کیا تھا اس کو ڈانٹا کہ جب نبی ہیں تو تم نے کیوں ہماری نبوت کا انکار کیا؟

(۳) بلاشبہ میاں صاحب کا مذکورہ بالا نتیجہ جو آپ نے ”ایک غلطی کا ازالہ“ کی اس تحریر سے چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالفت کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس کا جواب بعض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک صفت میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے کو جو ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صد بار دہر کر سکتا ہوں کہ یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ کو جو نہیں ہیں۔“ سے نکالے نہ صرف غلط ہے بلکہ جہالت پر مبنی ہے چنانچہ اس کے ثبوت میں ذیل کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں:-

(۱) جب ۱۹۱۷ء سے پہلے خود حضرت مرزا صاحب اپنی نبوت سے انکار کرتے تھے تو پھر اس خیال کی تائید کرتے ہوئے ان کے ایک مرید نے بھی اُن کے نبی ہونے کا انکار کر دیا تو اس میں کوئی تباہت لازم آگئی کہ نہ صرف مرید کو ڈانٹتے بلکہ اپنے مرید کو ڈانٹنا اور اس کے بعد نبی ہونے کا اعلان کرنا قابل ملاحظہ ہے ۛ

بلکہ اپنے عقیدہ کو تبدیل کرنے کی ضرورت پڑ گئی۔

(ج) حضرت مرزا صاحب نے ۱۹۱۸ء سے پہلے خود ہی ہونے کا انکار کیوں کیا جبکہ خدا کی وحی میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود تھے؟۔

(ج) حضرت مرزا صاحب نے تو خدا کی وحی کا انکار کیا اور میرے لئے قول کا لہذا ہم غلطی کا ذمہ دار کون ہوگا؟۔

(د) ”ایک غلطی کا ازالہ“ میں کس کی غلطی کا ازالہ کیا گیا؟ آیا اپنی غلطی کا یا میری غلطی کا؟

(ه) اگر میری غلطی کا ازالہ کیا گیا ہے تو پھر اپنے عقیدہ کو بدلنا کونسی عقل مند ہی ہے؟ کیونکہ اس پر تو یہ مثال صادق آتی ہے۔ ”ماروں گھٹنا پھوٹے آئینھے“۔

(و) اگر اپنی غلطی کا ازالہ کیا گیا ہے تو کیا حضرت مرزا صاحب بارہ سال تک خدا کی وحی کو ہی نہ سمجھا؟۔

(ز) کیا میاں صاحب نے ”ایک غلطی کے ازالہ“ کو حضرت مرزا صاحب اور مولوی نور الدین صاحب کی زندگی میں ہی نہیں پڑھا تھا اگر پڑھا تھا تو پھر ان کی زندگی میں یتیم کیوں نکالا؟ کیا ان کی وفات کے بعد ۱۹۱۸ء میں ہی ایسا نتیجہ نکالنے کے لئے علم لدنی کا ظہور ہوتا تھا؟۔

(ح) کیا میاں صاحب کے علاوہ جماعت احمدیہ میں سے کسی اور شخص نے بھی ”ایک غلطی کا ازالہ“ سے نبی متوجہ نکالا ہے؟ اگر کسی اور صاحب نے ایسا نتیجہ نہیں نکالا تو پھر کیا وجہ ہے کہ میان صاحب کے ایسے استدلال کو درست سمجھا جائے جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں کو سمجھنے والے ان سے بڑھ کر موجود تھے۔

(ط) کیا میان صاحب کے حضرت مرزا صاحب اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کی وفات کے بعد ”ایک غلطی کا ازالہ“ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوے میں تبدیلی کر لی تھی اس خود غرضی پر مبنی نہیں کہ اپنے باپ کو نبی بنایا جائے؟

(ی) اگر حضرت مرزا صاحب ۱۹۱۸ء میں اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے حدیث سے نبی بن گئے تھے تو پھر ۱۹۱۸ء کے

بعد بھی نبی ہونے کا بار بار انکار کیوں کیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۱۸ء میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس حوالہ کو غلط

کہئے: ”اور اس امت میں اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمات اور مخاطبات میں اور ان کو رنگ انبیا دیا جاتا

ہے مگر وہ حقیقت نبی نہیں ہوتے اسلئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اور ان کو نہیں

دیا جاتا مگر تم قرآن اور وہ نہ قرآن پر زیادہ کرتے میں اور نہ کم کرتے میں“ (مواہب الرحمن ص ۷۷)

اب میاں صاحب ”ایک غلطی کا ازالہ“ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مرزا صاحب ۱۹۱۸ء میں اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے

نبی بن گئے تھے سراسر باطل ہے کیونکہ جس دعویٰ کا انہما اس میں کیا گیا ہے اسی کا انہما پہلے ہی کر چکے تھے لہذا کوئی

تبدیلی نہ ہوئی ذیل کا مقابلہ خطہ کیجئے۔

ہاں ایسا ہی جو مخلوق تہمت محمدیہ سے فوراً حاصل کرتا ہے اور تہمت نامہ نہیں لکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ باعث اتباع اور فانی الرسول ہونے کے جناب الخیرین کے وجود میں ہی داخل ہے نہ (ازالہ اولہم - ۱۹۱ء)

اگر کوئی شخص اس اہم ترین میں ایسا گم ہو کہ باعث تہمت اتحاد و نفی غیریت کے اسی کا نام پایا ہو تو وہ بغیر ہر طور کے نبی کہلائے گا۔ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں گے

(ایک فعلی کا ازالہ - ۱۹۱ء)

مذکورہ بالا مقابلہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایک غلطی کا ازالہ سے ازالہ اولہم کی تائید کی گئی ہے نہ کہ تردید۔ مگر افسوس اسی کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے نہ

(۵) تمام اسلامی دنیا کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد کب تک نبی کی ضرورت نہیں پڑی لہذا آنحضرت ۲ کے بعد کوئی نبی نہیں آیا مگر اس کے خلاف میاں محمود احمد صاحب قادیاہی یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی وفات سے لے کر ۱۹۱۰ تک تو نبی کی ضرورت نہیں پڑی مگر ۱۹۱۰ میں نبی کی ضرورت پڑ گئی لہذا حضرت مرزا صاحب نبی بن گئے۔ اب میاں صاحب یہ عرض کیا جاتا ہے کہ ہر بانی کر کے ایک تو یہ بتلائے کہ ۱۹۱۰ سے پہلے وہ کونسی ضروریات تھیں جن کے ماتحت حضرت مرزا صاحب مجدد اور محدث ہی ہے اور دوسرے یہ بتلائے کہ ۱۹۱۰ کے بعد کونسی ایسی اہم مشکلات پیدا ہوئی تھیں جن کا حل کرنا مجدد اور محدث کی ملامت سے باہر تھا۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب کو ۱۹۱۰ میں انھوں نے محدث سے نبی بنا دیا گیا۔ کیا ان اہم مشکلات کا حل کو علم نہیں تھا؟ اگر اسے علم تھا تو پھر نبی کے شروع سے ہی ان کو نبی کیوں نہ بنایا جو تدریجی طور پر ہی نبی بنانے کی ضرورت پڑ گئی حالانکہ کسی شخص کو درجہ بدرجہ ترقی دے کر بھی نبی نہیں بنایا گیا تو پھر حضرت مرزا صاحب کے متعلق خدا کی بیعت کیوں بدل گئی؟ حالانکہ اس کا اثراد ہے وکن یحکم لسنۃ اللہ تبیلہ ۱۵ اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہ پائے گا“ (آیت ۳۲: ۶۱)

(۶) اگر یہ کہا جائے کہ ان ضروریات کے متعلق خدا سے پوچھئے جس نے حضرت مرزا صاحب کو نبی بنایا تو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیا تھا وہاں سے یہ جواب ملا تھا کہ تم نے اس کو برگزیدہ نہیں کیا تھا۔ کہ اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کر لو اگر ہمیں اس کے دعوے میں کسی قسم کی تبدیلی کرنی منظور ہوئی تو پھر اسے ایسی ہی وحی کرتے جیسی کہ رسول اللہ کو غایہ کعبہ کی تبدیلی کے متعلق کی گئی تھی اب ایک غلطی کا ازالہ، میں تبدیلی عقیدہ کے متعلق خدا کی وحی کا نہ ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اللہ کی وحی کے ماتحت ہرگز اپنا عقیدہ نہیں بدلا بلکہ اپنے

مرد کی غلطی کی اصلاح کے ماتحت ۱۹۱۸ء میں عقیقہ بدلا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ چکے کہ اگر مرید غلطی نہ کرتا تو پھر حضرت یحییٰ موعود کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی۔

(د) علاوہ ایک غلطی کا ازالہ کے حقیقتہً اوحی کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ۱۹۱۸ء میں اپنے دعوے میں تبدیلی کی۔ جب کہ ایک شخص نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تریاقی القلوب میں اپنے اپنے آپ کو مسیح پر جزئی فضیلت دے رہے مگر بعد میں واقعہ ایلام میں اپنے لکھا ہے کہ میں اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہوں "ان دونوں باتوں میں تناقض پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب حضرت یحییٰ موعود نے یہ دیا: "یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ ان باتوں سے ذکوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں یحییٰ موعود کلاموں یا مسیح بن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں۔۔۔۔۔ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح بن مریم آسمان سے نازل ہو گا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔۔۔۔۔ اسی طرح اوّل میں مرزا یحییٰ عقیقہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے مقررین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت فرا دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ لاکہ وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں۔ ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح بن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے۔ میں خدا تعالیٰ کی تئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں؟ (حقیقتہً اوحی) مندرجہ بالا جواب سے نتیجہ نکالنا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے نبی بن گئے تھے سراسر غلط ہے کیونکہ اس سوال و جواب میں عقیدہ نبوت کی تبدیلی کا کوئی ذکر نہیں بلکہ سائل کا سوال بعض فضیلت کے متعلق ہے نہ کہ نبوت کے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان الفاظ "اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا" سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی بن گئے تھے اس لئے انہوں نے اپنے دعوے میں تبدیلی کی تو پھر قابلِ عز و بات یہ رہ جاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ۲۳ سال کی وحی میں نبی کہہ کر پکارا تو پھر وہ نبی ہونے کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ کیا ایک شخص کو نبی کہہ کر پکارنا بڑی بات ہے یا نبی کا خطاب دینا عقلمند و کچھ تو سوچو۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس دن حضرت مرزا صاحب کو نبی کا خطاب ملا اس دن سے وہ نبی بن گئے تو پھر معلوم ہوا کہ ۱۹۱۸ء سے پہلے وہ نبی نہ تھے اور صرف ایک سال کے لئے وہ نبی بنائے گئے کیونکہ ۱۹۱۸ء

میں آدھ وفات پا گئے۔ بلاشبہ نبی کا خطاب دیا جانا ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ جزئی فضیلت تھی کیونکہ حضرت عیسیٰؑ تو نبی تھے اور مرزا صاحب کو نبی کا خطاب دیا گیا جس کے دیئے جانے کی یہ عرض تھی کہ ان کی حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ مماثلت ثابت ہو سکے کیونکہ پہلے ان کا ”یہی عقیدہ تھا کہ کچھ کوسیع ابن مریم سے کیا نسبت وہ نبی ہے“ لہذا آپ کو نبی کا خطاب دیا گیا تاکہ ان کے ساتھ کچھ تو مشابہت ہو جائے، جیسا کہ اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے؛ ”کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکا نہ کھائے، میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ وہ نبوت نہیں ہے جو ایک مستقل نبوت کہلاتی ہے، کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلا سکتا مگر میں امتی ہوں پس یہ صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعزاز ہی نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا۔ آنحضرت عیسیٰؑ سے یکمیل مشابہت ہوئے (ضمیمہ بابین الخلیفہ صغیر نجم حاشیہ - ۱۹۰۶ء)

(۸) دراصل مذکورہ بالا سوال جواب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ زیر بحث معاملہ صرف فضیلت کا ہی تھا اگر کیا وہ جزئی تھی یا کُلّی؟ اب ان الفاظ سے لگدنگ میں اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہوں سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ کلی فضیلت تھی سراسر جائز ہے کیونکہ یہ تحریر اپریل ۱۹۰۳ء میں واقع البلا میں شائع کی ہے اور پھر اس کے ایک ماہ بعد مئی ۱۹۰۳ء میں اپنی قلم سے رسالہ ریلویوں میں لکھتے ہیں ”ایسا ہی مثیل عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے اور یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے، اب اگر تمام شان سے مراد فضیلت کی تھی تو پھر ایک ماہ کے بعد کس طرح جزئی فضیلت ہو گئی۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء کی ڈائریوں میں بھی جزئی فضیلت کا ہی اعتراف پایا جاتا ہے جیسا کہ تمام شان سے آپ کا مطلب یہی ہے کہ اتنے ادایح جو آخری زمانہ میں آئے گا اپنے جلال اور قوی نشانوں کے لحاظ سے پہلے مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا گیا ہے (حقیقت الوحی صفحہ ۲۷)

(۹) علاوہ ازیں ۱۹۰۳ء میں بھی جزئی فضیلت کا بھی قرار دیا ہے جو کہ ایک طرفی بیان کی صورت میں ہے جو عدالت میں ۱۹۰۳ء میں بعض مقدمات کے اٹھانے میں ہوا اور جس کو آپ نے خود بطور نشان کے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں بالفاظ ذیل ۱۹۰۶ء میں شائع کیا۔

”۸۱ نشان۔ ایک دفع میں گوندھاپور میں ایک مقدمہ کی وجہ سے جو کہ مراد الدین چلی نے میرے اوپر دائر کیا تھا موجود تھا۔ امام ہوا۔ ۱۔ یسٹو نڈک من شانک قل اللہ تم ذرہم فرخ ضہم یلعجون یعنی تیری شان کے بارہ میں پوچھیں گے کہ تیری کیا شان اور کیا مرتبہ ہے۔ کہ وہ خراب ہے۔ جس نے مجھے یہ مرتبہ بتلایا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ تو نبی کی طرف سے توبت اور اہل حقین جو حضرت مرزا صاحب کو کوئی کتاب نہ ملی۔“

پھر ان کو اپنے ہر مطلب میں چھوڑ دے۔ سو میں نے یہاں اپنی اس جماعت کو جو گورداپور میں میرے بھلوتھی جو چالیس آدمی سے کم نہ ہوں گے۔ سنا دیا۔ جن میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلید رہی تھے۔ پھر بعد اس کے جب ہم کھری گئے۔ تو فریقِ نانی کے وہاں نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ آپ کی شان اور آپ کا مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ تریاقِ انقلاب کتاب میں لکھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے؟ اب ان حوالوں کو منسوخ کرنا گویا مندرجہ بالا نشان کو باطل کرنا ہے۔ خدا کی شان سے کہ باپ کا قائم کردہ نشان اس کے بیٹے کے ہاتھ سے ہی مٹ گیا؟

چھٹی فصل۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد مجددِ مسیح موعود و حکم اور عدل کی تحریرات منسوخ کی جاسکتی ہیں؟
(۱) اب صاحبِ زادہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے تبدیلی عقیدہ کو مان کر ۱۹۱۸ء اور ۱۹۱۹ء سے پہلے کی تمام تحریرات کو جن میں انہوں نے نبی ہونے کا انکار کیا ہے منسوخ کر دیا جیسا کہ ذیل کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے۔
(۱) ۱۹۱۸ء سے پہلے کے وہ حملے جن میں آپ نے نبی ہونے کا انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط (حقیقت النبوت ص ۱۲)

(ج) پس ۱۹۱۸ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا (القول بغض ص ۲) بلاشبہ حضرت مرزا صاحب کی بارہ سال کی تحریروں کو صرف ایک ظلم کی جنبش سے منسوخ کر دینا نہ نبوتِ خود ان کے حکم و عدل ہونے کا انکار کرنا ہے بلکہ دوسروں کو انکار کرنے کی ترغیب دینا ہے اگر کوئی اور شخص ایسا کرتا تو پھر اسے نہ صرف لعنت اور ملامت کا ہی نشانہ بنایا جاتا بلکہ اسے گردن زدنی قرار دیا جاتا مگر میرا صاحب کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ آپ کو ایک مامورِ من اللہ حکم اور عدل کی تحریروں کو منسوخ کرنے کا کیا حق تھا اگر آپ کو کوئی حق حاصل تھا تو پھر دوسروں کو کیوں نہیں؟ تعجب تو اس امر پر ہے کہ لکھتے والا تو مامورِ من اللہ باپ اور منسوخ کرنے

والا یہ بات مان کر کہ ایک زمانہ میں حضرت میرزا صاحب اپنی نبوت کا انکار کرتے تھے حالانکہ وہ نبی تھے تو پھر اس بات کی کوئی حاجت نہیں رہتی کہ کوئی شخص ان پر ایمان لائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ نبی کی نبوت سے انکار کرنا کفر ہے تو پھر حضرت مرزا صاحب کو خدا ہی کہتا تھا اور وہ نبی ہونے کا انکار کرتے تھے تو کیا وہ خود کفر کے فتوے کے ماتحت نہیں آتے؟ یقیناً اگر نبی خود اپنی نبوت سے انکار کرے تو وہ سب بڑھکر کافر ہے کیونکہ دوسروں کو کہنے والا تو انسان ہے مگر اے خدا خود کہتا ہے مگر یہ ایک معمولی سی بات بھی قادیانیوں کی سمجھ میں سرگزین مٹھتی ہے؟

۱۹۱۸ء کی شائع شدہ ہے جس میں حضرت یحییٰ موعود نے اپنی شان کو مذکورہ بالا الفاظ میں بتایا ہے؟

فالا غیر مامود بیٹا۔ تحریریں تو سنہ ۱۹۱۸ء سے پہلے لکھی گئیں مگر نسخہ سنہ ۱۹۱۸ء میں کی گئیں یعنی مرزا صاحب کی دقت کے پچھلے بعد۔ (۲) دراصل مسلمانوں میں منسوخ کرنے کی ایک پرانی بیماری ہے چنانچہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جب مذہبی ہمنما پانی کم عقلی اور علم علی کی وجہ سے قرآن پاک کی دو مختلف آیات کی آپس میں کوئی مطابقت نہیں کر سکتے تو پھر جھٹ یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں آیت منسوخ ہے اسی طرح سے جب میاں صاحب حضرت سیم موعودؑ مجددِ حکم اور عدل کی سنہ ۱۹۱۸ء سے پہلے اور سنہ ۱۹۱۸ء کے بعد کی تحریرات متعلقہ نبوت میں کسی قسم کی مطابقت نہ کر سکتے تو پھر فوراً سنہ ۱۹۱۸ء سے پہلے کی تحریروں کو جن میں حضرت مرزا صاحب نے نبی ہونے کا انکار کیا تھا منسوخ قرار دے دیا اور اتنا بھی نہ سوچا اگر یہ تحریریں قابل منسوخ تھیں تو پھر حضرت سیم موعودؑ نے انہیں اپنی زندگی میں کیوں منسوخ نہ کیا یا ان کی وفات کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم یا کسی اور صاحب نے کیوں انہیں منسوخ نہ پھیرا یا کیا منسوخ کرنے کا علم صرف صاحب زادہ صاحب کو ہی سیدہ بسینہؑ ملا تھا اور باقی تمام صاحبان اس سے بے نصیب رہ گئے تھے، میاں صاحب کا ان کی زندگی میں ان تحریروں کو منسوخ نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ بھی اس وقت ان تحریروں کو قابل منسوخ نہ سمجھتے تھے اور نہ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے تھے اور نہ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت مرزا صاحب نے کسی وقت اپنے عقیدہ میں کوئی تبدیلی کی۔

(۳) اب میاں صاحب کا حضرت مرزا صاحب اور مولوی نور الدین صاحب کی وفات کے بعد گواچہ وہ سال کا واقعہ ہے کہ ان تحریروں کو منسوخ کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس کی تہ میں صرف اتنی خود غرضی تھی کہ اپنے باپ کو نبی بنانے کے لئے کوئی راہ نکالی جائے اور وہ آسان راہ یہی تھی کہ جن تحریروں میں انہوں نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے انہیں منسوخ قرار دیدیا جائے۔ کیونکہ جب تک ان کی تحریروں کو منسوخ نہ کیا جاتے وہ نبی نہیں بن سکتے گویا حضرت سیم موعودؑ کی نبوت کی بنیاد ان کی تحریروں کی منسوخی پر ہے نہ کہ خدا کی وحی پر۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب خود اپنی تحریروں کو منسوخ نہیں کیا لہذا وہ نبی نہ تھے اسی طرح سے جو شخص ان تحریروں کو منسوخ نہیں سمجھتا اس کے نزدیک بھی وہ نبی نہیں مگر یہ نکتہ میاں صاحب کی سمجھ میں نہیں آتا۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر بقول میاں صاحب سنہ ۱۹۱۸ء سے پہلے کی وہ تمام تحریریں جن میں صرف مرزا صاحب نے نبی ہونے کا انکار کیا ہے منسوخ ہیں تو پھر سنہ ۱۹۱۸ء کے بعد کی وہ تمام تحریریں بھی جن میں نبی ہونے کا انکار کیا ہے کیونکہ منسوخ نہ سمجھی جائیں۔ مگر میاں صاحب اس کے متعلق کوئی جواب نہیں دیتے۔ صاف ظاہر ہے کہ کسی اصول کے ماتحت کام نہیں کرتے نہ

اب حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو منسوخ کرنے کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ ان کا حکم اور عدل ہونا اعلیٰ باطل ہو گیا دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ جماعت احمدیہ میں دو گروہ سرگئے جن میں دشمنی اور عداوت پڑ گئی جو قیامت تک جاری رہے گی گویا یہ جماعت اس آیت کی مصداق ہو گئی ”وَالْقَيْنَ آيَةُ لَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے (آیت ۶۴) میلر نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت مرزا صاحب کو نبی بنا کر چالیں کروڑا ہل اسلام کو کا فر قرار دے دیا گیا بجائے جمال کو قتل کرنے کے رسول اللہ کی امت کو ہی قتل کرنا شروع کر دیا چونکہ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملے دیا کہ چونکہ ان کی تحریروں میں اختلاف ہے لہذا ایسے شخص کو نبی ماننا تو دکر کٹا رہا مجدد ماننے کی بھی ضرورت نہیں۔ بلاشبہ صاحبزادہ صاحب کا حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو منسوخ کرنا جس سے مندرجہ بالا نتائج نکلتے ہیں ایک عمل غیر صراح ہے جس میں کوئی خرابی نہیں پائی جاتی ہی وجہ ہے کہ یہ آیت ”قَالَ يَنْفُخُ فِي أَنْفِهِ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ“ اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ کہلے اے نوح وہ تیرے اہل سے نہیں ہے کیونکہ وہ بد عمل ہے) جو کہ حضرت نوح کے بیٹے کے متعلق نازل ہوئی تھی وہ ان پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ جیسے حضرت نوح کا بیٹا اپنے باپ کی باتوں کو منسوخ کر کے ان سے الگ ہو گیا تھا اسی طرح سے حضرت مرزا صاحب کا بیٹا بھی اپنے باپ کی تحریروں کو منسوخ کر کے ان سے الگ ہو گیا عیاں راجح بیان :-

ساتویں فصل۔ کیا حضرت مرزا غلام صاحب قادیانی اپنے وعیے میں تبدیلی کر کے نبی بن گئے تھے۔ (۱) اگر بقول میاں محمود احمد صاحب قادیانی کے حضرت میرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے ۱۹۱۸ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر میاں صاحب نے تو ۱۹۱۸ء اور ۱۹۱۹ء میں یہ کیوں لکھا کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی شخص مقام نبوت پر کھڑا نہیں کیا جائے گا۔ کیا ایسی تحریریں لکھتے وقت صاحبزادہ صاحب کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ ۱۹۱۸ء میں تو ان کے والد صاحب اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے مقام نبوت پر کھڑے ہو گئے تھے اگر علم تھا تو پھر جھوٹ کیوں لکھا۔ ذیل کی تحریرات ملاحظہ کیجئے :-

میاں آپ کے خاتم البتین ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے دنیا میں سینکڑوں نبی گذرے ہیں۔ مگر آنحضرتؐ صلعم کے دعوے کے بعد تیرہ موبرس گذر گئے کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔۔۔۔۔ مگر آپ کی بعثت کے بعد مسد کیوں بند ہو گیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں

... پس اس کی طرف اشارہ تھا۔ کہ کان اللہ بکل شیء علیا۔ یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (تشیع للاذہن اپریل ۱۹۷۹ء)

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ آپ کی اتباع کی برکت سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں جو بڑے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ علماء امتی کا نبیادبی اسرائیل اور آپ کا فیض قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا۔ (اخبار بدر و الحکم ۲۲ مارچ ۱۹۷۹ء۔ زیر عنوان خاتم النبیین)

(۲) مذکورہ بالا تحریرات میں دو باتیں صاف طور پر بیان کی گئی ہیں ایک تو یہ کہ آنحضرت کے بعد کوئی شخص نہیں آئے گا جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور رسول کریم کی پیروی سے تو انسان مقام ولایت تک ہی پہنچتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا اشارہ ہے:-
”میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت صلعم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔“ (چتر معرفت حصہ دوم صفحہ ۱۰۷) اگر حضرت مرزا صاحب مسئلہ میں نبی تھے تو پھر یہ کیوں نہ کہا کہ کلام ربانی اور رسول حقانی کا سچا پیرو مقام نبوت تک پہنچ جاتا ہے۔ دو مسئلہ! یہ عام قاعدہ ہے کہ انسان جس مقام تک پہنچتا ہے اسی کی گواہی دیتا ہے۔

(۳) دوسری یہ کہ جس قدر اولیاء اللہ ہو گئے، اسے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت میاں صاحب حضرت مسیح موعود کو بھی اولیا سے ہی مانتے تھے نہ کہ نبیوں میں سے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلعم کی پیروی سے انسان جماعت اولیا میں داخل ہو سکتا ہے، چتر معرفت حصہ دوم صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ ۱۹۷۹ء۔ اگر حضرت مرزا صاحب اس وقت جماعت انبیاء میں داخل تھے تو پھر یہ کیوں نہ کہا کہ قرآن حکیم اور رسول کریم کی پیروی سے انسان جماعت انبیاء میں داخل ہو سکتا ہے حضرت! یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جس جماعت میں انسان رہتا ہے اسی کا نام لیتا ہے۔

(۴) میاں صاحب کے ان الفاظ ”آپ (آنحضرت) پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا“ اسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صاحبزادہ صاحب کے نزدیک مارچ ۱۹۷۹ء تک خاتم النبیین کے وہی معنی تھے جو کہ حضرت مرزا صاحب نے کئے تھے ”یہ نبوت لا بد و خدا اختتام“ اور دوسرے معنی ابھی تک تیار نہ تھے

ورد خاتم النبیین کے ماتحت ”ہر قسم کی نبوتوں“ کا خاتمہ کرنے کی بجائے آنحضرتؐ کی مہر سے اجرائے نبوت کا ذکر کرتے۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب نبوت کی دو ہی قسمیں ہیں ایک تشریفی اور دوسری غیر تشریفی تو پھر ہر قسم کی نبوتوں کے خاتمہ کے بعد غیر تشریفی نبوت کس طرح باقی رہ گئی؟

(۵) میاں صاحب کی یہ تشریح کہ رسول اللہؐ کی اتباع سے آپ کی امت میں بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے لوگ پیدا ہوں گے اسی طرح کی ہے جیسی کہ حضرت یحییٰ موعودؑ نے ۱۹۰۷ء میں کی تھی۔ ملاحظہ کیجئے، ”کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا ہے۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کی ملاقات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توبہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ وقت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنی میں شیخ کے ہیں۔ کہ علماء امتی کا بنیاد یعنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۹۷-۹۸ طبع سال ۱۹۰۷ء)

(۶) غرض کہ مارچ ۱۹۱۱ء تک صاحبزادہ صاحب حضرت یحییٰ موعودؑ کے ساتھ ان امور میں متفق تھے کہ رسول اللہؐ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ ان پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ ہو گیا اور حضرت مرزا صاحب جماعت اولیاء میں داخل ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مارچ ۱۹۱۱ء تک نہ تو مانتے تھے یہ اعلان کیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے نبی بن گئے تھے اور نہ اپنے عقائد بدلے تھے۔ اب کسی قادیانی کو میاں صاحب سے یہ پوچھنے کی ہمت نہیں پڑتی کہ آپ نے ان پرانے عقائد کو کیوں چھوڑا، اور یہ نئے عقائد (۱) حضرت محمدؐ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں (۲) رسول اللہؐ کے بعد نبوت جاری ہے لہذا حضرت مرزا صاحب نبی ہیں (۳) اہل اسلام جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے وہ کافر ہیں۔ (۴) ائمہ اہلحدیث کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مرزا صاحب ہیں۔ کب اور کس غرض کے ماتحت اختیار کئے اور یہ میان صاحب کو خود یہ بتلانے کی ہمت پڑتی ہے اور وہ بتلاں بھی کیونکہ جب کہ پالکس یعنی چالاکوں سے کام لینا ٹھہرا اور مریدوں نے پیر پرستی کی اندھی تقلید کی وجہ سے پوچھنا نہ ٹھہرا صاف ظاہر ہے کہ جب مذکورہ بالا توہمیں لکھی گئی تھیں اس وقت میاں صاحب نہ تو ختم نبوت کے منکر تھے اور نہ اپنے باپ کو نبی سمجھتے تھے۔ بلاشبہ ۱۹۰۷ء میں تبدیلی عقیدہ کی اختراع بعد کی ایجاد ہے تاکہ حضرت مرزا صاحب کو نبی بلجے چونکہ میاں صاحب کے عقائد بدلے گا بھی آغاز ہی تھا جس کا کوئی علم ہی نہ تھا اس لئے ایک شخص نے

بنانے کا ڈھونگ رچایا جائے اور اپنی حیثیت کو بڑا بنایا جائے۔

(۷) اگر بقول میاں صاحب حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے ۱۹۱۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر ان کے مریدوں نے ۱۹۱۱ء کے بعد ان کی نبوت سے انکار کیوں کیا؟ کیا انہیں اتنا بچی علم نہ تھا کہ ۱۹۱۱ء میں تو ان کے مرشد نبی بن گئے تھے اگر علم تھا تو پھر جھوٹ کیوں بولا۔ ذیل کی تحریریں ملاحظہ کیجئے:-

(۱) مولوی سرور شاہ صاحب پرنسپل مدرسہ احمدیہ نے کسی مخالفت کو لفظ نبی کے استعمال کرنے پر یہ جواب دیا:-
 ”لفظ نبی کے معنی اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں۔ اول۔ اپنے خدا سے اخبار غیب اپنے والا۔ دوم۔ عالی رتبہ شخص جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے متعارف کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے۔ وہ نبی ہے۔ اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارس کے انبیاء گذرے ہیں“ (فرد مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۱۱ء)

(۲) مفتی محمد صادق صاحب جو اخبار بد کے ایڈیٹر تھے۔ اپنی قلم سے مولوی شبلی مرحوم سے اپنی ملاقات کا قفقہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں:- ”شبلی نے دریافت کیا کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ تیار اور نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے وہ بھی آنحضرت صلعم کے طفیل آپ کے فیض حاصل کر کے اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الہی سے مشرف کیا گیا اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی اسامہ الہی سے مشرف

(بقیہ حاشیہ ص ۹۷) لکھتے ہیں یہ دریافت کیا کہ کیا آپ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں سوئے یہ جواب دیا گیا ”نبوت کے متعلق میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سب احمدی حضرت مسیح موعود کو نبی ظلی ہی مانتے ہیں۔ چونکہ حضرت صاحب کے درجہ کو اس وقت بہت گھٹ کر لکھا جاتا ہے۔ اس لئے مصححت وقت مجبور کرتی ہے کہ آپ کے اس درجہ سے جہالت کو آگاہ کیا جائے ورنہ اس طرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا۔ اس لئے کہ آپ نبی

نہ تھے۔ بلکہ اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقل کا مضمون نکال لیں

مگر یہ صرف چند روزہ بات ہے اور بطور علاج کے ہے۔“ (ضمیمہ اخبار نبی ص ۱۱۱ جلد ۱۱۱ نمبر ۱۹، اگست ۱۹۱۱ء)
 جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پچھلے پچھلے لفظ نبی کو میان صاحب نے مصححت کے طور پر پولیشنگ رنگ میں چند روز

ہوتے ہے اور اہل امام الہی کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتائی
تھیں جو پوری ہوتی رہیں اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کر نیوالے تھے اور اس کو عربی لغت میں نبی
کہتے ہیں۔“ (مجلد ۹ نمبر ۱۵ و ۱۶)

(۳) میر محمد سعید صاحب حیدر آبادی جو جاحظ حیدر آباد دکن کے مشہور میں ایک مخالفت کے جواب
میں یہ لکھا تھا۔ ”حضرت مرزا صاحب نے محدث ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور محدث کی تعریف جو احادیث
صحیح بخاری وغیرہ سے ثابت ہوتی ہے وہ ایک قسم کی جزوی نبوت اور نقلی اور فیلی رنگ کی ہوتی ہے جو
ہر ایک محدث کو عطا ہوتی ہے۔“ (انوار اللہ ص ۲۶۳) ”غرض حضرت مرزا صاحب نے صرف محدث
ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ نہ نبی مطلق ہونے کا جو خاتم النبیین کے منافی اور لابی بعدی کے خلاف ہے جس میں
استغراق سبب واقع ہونے تکہ تحت لائے نفی منس کے ایسا کامل ہے۔“.... (انوار اللہ ص ۱۶۹ و ۱۷۰)

(۴) مولوی غلام الدین صاحب شملوی ص ۱۹۱ میں کتاب ختم نبوت کی حقیقت میں لکھتے ہیں۔

”نبی بالفعل اور نبی بالقوۃ میں صرف منصب کا فرق ہے ورنہ دونوں میں کمالات کے لحاظ سے کوئی فرق
نہیں ہوتا اور محدث کو جب نبی کہیں گے تو بلحاظ کمالات کے ہی کہیں گے اور حضرت مرزا صاحب بھی انہی معنوں
میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر سداً باب نبوت نہ ہوتا تو محدث ویسے ہی نبی نہ جانتے جیسے پہلے تشریفی نبی تھے
اس لئے سداً باب نبوت کہہ کر دعویٰ نبوت سے انکار کرنا یہی معنی رکھتا ہے کہ میں تشریفی نبوت کا مدعی نہیں ہوں
جو ختم نبوت کے خلاف ہے بلکہ محدث ہوں جو بالقوۃ نبی ہوتا ہے۔“ (ختم نبوت کی حقیقت ص ۱۲۱)

(۵) میر قاسم علی صاحب جو بہت سی اخباروں کے ایڈیٹر اور کتابوں کے مصنف ہیں ص ۱۹۱ میں ایک کتاب
دین الہی نام سے لکھتے ہیں جس میں حضرت صاحب کی اپنی تحریریں نقل کر کے ہلک کو قین دلایا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا
دعویٰ نبوت کا ہرگز نہ تھا۔ چنانچہ ذیل کے الفاظ اس کتاب میں نقل کئے گئے ہیں۔

”سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کا ذب
(بقیہ حاشیہ از ص ۹۷) کے واسطے بطور علاقہ کے استعمال کرنا شروع کیا تھا اور نہ آپ خود بھی لفظ نبی کو استعمال

کرنا پسند کرتے تھے مگر جب یہ دیکھا کہ مریدوں میں مرزا صاحب کی نبوت کی پٹری جانے لگی کوئی وقت نہیں پڑتی
تو کلمہ کھلا اس بات کا پرچار کرنا شروع کر دیا کہ حضرت مرزا صاحب تو نبی ہیں یہ سیاسی چاہیں جنہوں نے مذہب کو
بدنام کر رکھا ہے۔ مہ ستوا جب مسیح موعود کے ماننے والے اپنے مذہب کو بگاڑ کر چاوں سے کام لیتے ہیں تو

اذا کافر جانتا ہوں میرے یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ (ص ۵۷) ”میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“ (ص ۶۹) ”اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور جناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا تیار ہو یا پرانا۔۔۔۔۔ ہاں محدث آئیں گے۔ جو اللہ جل شانہ سے حکام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض صفات ظنی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور لحاظ بعض جوہر شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک میں ہوں۔“ (ص ۷۳)

(۶) یہ لوگ ہندوستان میں یہ مفرجات پیش کرتے تھے۔ مگر مولوی غلام نبی صاحب نے ۱۹۱۷ء کے بعد اہل مصر کو بھی یہی یقین دلایا کہ حضرت صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا محض شیعوں کا افتراء ہے۔ چنانچہ ان کی کتاب ہدیت الہدییہ میں ذیل کی عبارتیں موجود ہیں :-

”اصلاح سلسلہ موسویہ کے لئے انبیاء آتے تھے اور سلسلہ محمدیہ میں اولیا اور علمائے ۱۹۱۷ء کا یہ کہتا ہے کہ تمہارا امام نبوت کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میری طرف وحی ہوئی۔ احمدی کہتا ہے کہ یہ تعین فاسد ہے کیونکہ قرآن شریف نے بہت جلد لفظ وحی استعمال کیا ہے جیسے اذا وجینا الی الملک مایوحی اور اوحی دیکھ۔ الی النخل اور فاحی الیہم ان سبحوا وغیرہ پس وحی انبیاء سے مخصوص نہیں ہے۔۔۔۔۔ اور ان کا یہ کہتا ہے کہ وہ مسیحیت کا دعویٰ کرتا ہے اور مسیح نبی تھا۔ قیاس فاسد ہے کیونکہ تو نے اس کی موت کی دلیلیں نہیں دی ہیں اور ہمارے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ عرب سے نہ یہود سے نہ غم سے نہ سینہ پرانا در نہ یا یوں کا مذہب سچا قرار پائے گا۔“

(۶) دراصل بات یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نہ تو ۱۹۱۷ء میں اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی اور نہ اس کے متعلق کوئی اشتہار دیا اگر کوئی تبدیلی کی ہوئی یا کوئی اشتہار دیا ہوتا تو پھر ان کے مریدوں کو ضرور علم ہوتا اب مریدوں کا ۱۹۱۷ء کے بعد بھی ان کے نبی ہونے کا انکار کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ (بقیہ حاشیہ ص ۹۷) پھر کیا وجہ ہے کہ مسیح محمدی کے ماننے والے پلٹ مذہب کو بگاڑ کر چالوں سے کام نہیں لے رہے۔ مسیح موسوی اور مسیح محمدی میں کوئی مماثلت قائم نہیں ہو سکتی۔ بلاشبہ سینٹ پال نے بھی حضرت مسیح بن یوسف کو مصلحت کے طور پر خدا کا بیٹا بنایا تھا اسی طرح میا صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو محدث سے مصلحت کے طور پر نبی بنایا ہے۔

یا تو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور نہ اسلئے میں نبی بنے یا ان کے مرید ہی منافق تھے دل میں تو ان کو نبی سمجھتے تھے مگر لوگوں کے سامنے ان کے نبی ہونے کا انکار کرتے تھے ایسے مریدوں پر یہود اور مسیحی کی مثال صادق آتی ہے جس نے تیسرے پیہر رشوت لے کر حضرت مسیح کو گرفتار کر دیا تھا۔ اللہ نے کیا ہی اچھا نبی بھیجا۔ جس نے نہ تو خود اپنے دعوے کو سمجھا اور نہ اس کے بیٹے نے اور نہ اس کے مریدوں نے ماسلامہ اللہ نبی ہو تو ایسا ہی ہو۔

فصل ۱۹۰ حضرت مرزا صاحب نے ۱۹۰ء کے بعد ولی مجدد اور محدث ہونیکا اقرار کر کے نبی ہونیکا انکار کیوں کیا؟
(۱) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے ۱۹۰ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر ۱۹۰ء کے بعد نبی کیوں کہا کہ وہی نبوت کا دروازہ توقیامت تک بند ہے مگر وحی ولایت کا دروازہ کھلا ہے ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۹۰ء کے بعد

۱۹۰ء سے پہلے

(۱) کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ مگر قلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے ہی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو۔ تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات و محادثات الہیہ کے دروازے کھلے رہیں (حقیقۃ الہی ص ۲، ۲۴۲)

(۲) اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کے وحی تعینی پسلی امتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی ہے اور وہ نبی بھی نہ تھے۔ اس امت میں بھی اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود و ضروری ہے تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونے کے احقر الامم نہ ٹھہر جائے (نزول سید صفحہ ۸۸، ۸۹)
(۳) گذشتہ مذہبوں میں عبرتوں کو بھی اہام ہوا جیسا کہ موسیٰ کی ماں اور مریم کو۔ مگر تم مرد و نکران خود توں کے

(۱) اور اگر یہ عند پیش بود کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر ہر گز چلی نہیں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر ہر گز گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی و نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ مگر اس بات کو بخیر و دل یا دور کھنا چاہئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کیلئے مسدود جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں بحیثیت کے اہم سے مہموم ہے جو انسان کامل کی اقتداء سے متعلق ہے۔ جو مجموعہ جمیع کمالات نبوت تامہ سے یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (ترغیب مرام صفحہ ۱۰۹)

(۲) بلکہ یہ حدیث لہ یبق من النبوت لا للبشر

۱۹۰۱ء سے پہلے

ولادت کرتی ہے اس بات پر کہ نبوت تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہوتی تھی وہ منقطع ہو چکی ہے لیکن وہ نبوت جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں وہ قیامت کے دن تک باقی ہے وہ کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ (تبیین مرام ص ۹۵)

(۳) اگر کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰ بنی اللہ ہو کر توریت کی تصدیق کے لئے آئے۔ پس ان کے مقابل پر تہا رہی گوی کیا قدر رکھتی ہے اسکا بھی تصدیق جدید کے لئے کوئی نبی ہی چاہیئے تھا۔ سوا اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں اس نبوت کا دروازہ تو بند ہے چوں اسکا جہاں جاتی ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْبٰیٰتِیْنَ اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی اور یا نبی حضرت مسیح کی وفات خصوصاً قطعیہ سے ثابت ہو چکی لہذا دنیا میں ان کے دوبارہ آنے کی امید صلیع خام اور اگر کوئی اور نبی بنایا پرانا آوے تو بارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔ مانحی ولایت اور مکالمات الہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے (ایام صلح ص ۱۷۷)

۱۹۰۱ء کے بعد

برابر بھی نہیں:

(۴) اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت قائم اشرا ئع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل گئے (پیشرو ص ۱۰۲)

در اصل وحی کے معاملہ میں حضرت مرزا صاحب کو عورتوں کے برابر ہی کرنے کے لئے ان کا نام پرانے احمدیہ میں "مریم" رکھا گیا تھا جس کی تین ایک نکتہ تو تھا کہ ان کی وحی بھی عورتوں کی سی وحی ہے لہذا وہ نبی نہیں مگر افسوس اکثر قادیانی اس فلسفہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور دوسرا نکتہ یہ تھا کہ جیسے مریم کا نام لکھنے سے وہ حقیقی طور پر عورت نہیں بن گئے تھے بلکہ مجازاً تھے، اسی طرح سے نبی کا نام پانے سے وہ حقیقی طور پر نبی نہیں بن گئے تھے۔ بلکہ مجاز ہی تھے اب حقیقت اور مجاز کو سمجھنے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا عمدہ مثال ہو سکتی ہے؟

۱۔ اگر مبشرات والی نبوت سے مراد غیر شرعی نبوت ہے تو پھر ایک، تو ان لوگوں کو جنہوں نے حضرت مرزا صاحب سے پہلے ہی اسی نبوت کو پایا کیوں غیر شرعی نبی نہیں کہا جاتا۔ دوسرے جب حضرت مرزا صاحب نے یہ ۱۸۹۰ء میں بھی لکھ دیا تھا کہ وہی شریعت والی ختم ہو چکی ہے تو پھر انہیں اسی سال سے بغیر شریعت کے نبی کیوں نہ مانا گیا حالانکہ کفر میں نے ہی اسی تحریک کی جو آپ کو غیر شرعی نبی قرار دے کر ہی کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔

۲۔ اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی، سرور میں جو تم سے پہلے تھے ایسے لوگ تھے جن سے مکالمہ ہوتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ (سوانح عمری امت میں) (باقی ص ۱۷۷)

(۲) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر اپنی وحی کو ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اولیاد کی وحی کیوں قرار دیا۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۹۰۱ء کے بعد

۱۹۰۱ء سے پہلے

”(۱) سنو خدا کی لعنت ان پر جو دعویٰ کریں کہ وہ قرآن کی مثل لاسکتے ہیں۔ قرآن شریف معجزہ ہے جس کی مثل کوئی اس اور جن نہیں لاسکتا..... بلکہ وہ ایسی وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی بھی نہیں اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور کوئی وحی بھی ہو۔ اس لئے کہ وحی رسانی میں خدا کی تجلیات میں اور یہ یقینی بات ہے کہ خدائے تعالیٰ کی تجلی عسی کہ حاتم الانبیاء پر ہوئی یہی کسی پر نہ ہوئی ایسی کسی پر نہ پئے ہوئی اور نہ کبھی تپچھے ہوگی اور جو شان قرآن کی وحی کی ہے وہ اولیاد کی وحی کی شان نہیں۔ اگرچہ قرآن کے کلمات کی مانند کوئی کلمہ انہیں ہی کیا جا سکے (۲۲۲)“

اب حضرت مرزا صاحب کی وحی کو قرآن کریم کتابت ٹھہرا کر انہیں نبی بنانا گویا انہیں لعنتی ٹھہرانا ہے۔

(۱) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں باقی ہیں نبوت سے مگر بشریت یعنی نبوت کے انواع میں صرف ایک نوع باقی رہ گئی ہے اور وہ بشریت میں اللہ قسم دیا صاف و واضح مکاشفات اور وحی جو خواص اولیاد پر اترتی ہے“ (توضیح مرام صفحہ ۱۰۱ و ۱۱)

(۲) کبھی دنیا میں یہ ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالیٰ نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ ۱۱ برس سے خدا تعالیٰ پر یا فتنہ کر رہا ہو کہ اس کی وحی ولایت اور وحی محمدیّت میرے پر نازل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس کی گٹھان دکھائے (۲۲۲) (۳) میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کے وقت جو برنگ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے ایک خارجی اور شدید لا اثر تصرف کا احساس ہوتا ہے (برکات دہائے)

(بقیہ حاشیہ اربعہ) ان میں سے کوئی جو تودہ عمر نہ ہے۔ (صحیح بخاری) بلاشبہ کلام اور مخاطب اللہ کے پاتے والے کو وحی کے نام سے پکارا گیا ہے اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ کافر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پہلے جو پیشین بقس ان میں محدث ہو کرتے تھے۔ پس اگر میری امت میں کوئی ہے تودہ عمر ہے“ (بخاری) اٹھا ظاہر ہے کہ محدث نبی نہیں ہوتا جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ عقید بن عامر سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نہ ہوتا (ترمذی)

۱۱۔ نہ صرف ۱۱۰ کلمات اسلام میں جو کہ ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی گیارہ سال کی وحی کو وحی ولایت قرار دیا گیا ہے بلکہ امدادی میں بھی جو کہ جون ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی اپنی وحی کو اولیاد کی وحی سمجھا گیا ہے اس حساب سے بیس سال تک نگار حضرت مرزا صاحب پر وحی ولایت ہی نازل ہوتی رہی۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ ۱۹۰۱ء میں بھی نبی نہ تھے۔ جب اپنے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار دیا (باقی صفحہ ۱۰۳)

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۴) ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں۔ بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ملتی ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ نفعو لے اور دیانت کو چھوٹا کرے۔ غرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف وحی ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔“

مجموعہ اشتہارات حصہ سوم

۱۹۰۱ء کے بعد

(۲) سوچتے دین کا متح اگر تو نفعی آثارہ کے محاب میں ہو۔ خدا تعالیٰ کی کام کو سن سکتا ہے سو ایک متی کو اس طرح کا بنی بنانا پتے دین کی ایک لازمی نشانی ہے۔ . . . اگر نبی کے صرف یہ معنی کئے جائیں کہ اللہ جل شانہ اس سے مکالمہ مخفیہ رکھتا ہے اور بعض اسرار غیب کے اس پر ظاہر کرتا ہے تو اگر ایک متی ایسا بنی ہو جائے تو اس میں حرج کیا ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ یہ امید دلائی ہے کہ ایک امتی صرف مکالمہ الہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کو اپنے اولیاء مکالمات مخفیات ہوتے ہیں“ (۳) نمبر ۱۹۰۱ء سے پہلے

(۲) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اپنے آپ کو اولیاء کے زمرہ میں شمار کیوں کیا؟ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:-

۱۹۰۱ء سے پہلے

۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) ”یہ وہ بات ہے جس کا ابہام اس وقت اور اس

دبقیہ حاشیہ از مصنف (۱) دیا تو پھر ان کی طرف دعوئے نبوت منسوب کرنا سرسرا جالت نہیں تو اور کیا ہے آپ نے صاف لکھ دیا ہے:- کہ اب جب جبریل بعد وفات رسول اللہ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے (ازالہ اور صفحہ ۷۷) البتہ مومنوں کی تائید کے لئے آنا اور بات ہے جیسا کہ حضرت احسان دکنی تائید کرتے تھے مگر وہ نبی نہ ہوئے اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے:- ”اب ان حلیف سے ثابت ہوا کہ حضرت جبرائیل حسان کے ساتھ ہتھ تھے اور ہر دم ان کے رفیق تھے اور ایسا ہی یہ آیت کریمہ کی آیدیں چھ ہر دم حسان صاف اوکھے کھنٹے طور پر بتلا رہے ہیں کہ روح اللہ مومنوں کے ساتھ رہتا ہے“ (۲) ”کہ مکالمات سلام مصنف (۳) چونکہ وحی نبوت کا دروازہ بند ہے اس لئے آپ نے بھی کہہ دیا کہ وحی ولایت اور مکالمات الہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے“ (۴) ”دینامہ مصنف (۵) اور حقیقتہً الوحی مثلاً صرفات مکتبہ یا بھی ولایت ہے جس کے آگے کوئی درجہ نہیں“ اب حضرت مرزا کو نبی بنانا گویا ان الفاظ کو مرتعاً جھٹلانا ہے چچہ

۱۹۰۱ء سے پہلے

پہلے بھی میرے رب نے میری طرف کیا۔ وہ جس پر چاہتا ہے انعام کرتا ہے اور بہتر انجام دینے والوں کا ہے اور کہ اولیاء میں سے اس کے بندے ہیں جن کے ساتھ ان پر نبیوں کے نام رکھے جاتے ہیں..... بعض اولیاء کو بعض انبیاء کے قدم پر بھیجتا ہے پس جو شخص کسی نبی کے قدم پر بھیجا جاتا ہے ملا علیؑ میں اسی نبی کا نام اسے دیا جاتا ہے (تشریح کتاب اسلام ص ۳۷۵، ۳۷۶)

(۱) اللہ ویز ہے اور دوز سے پیار کرتا ہے اور اسی اس کی یہ منت جاری ہے کہ وہ بعض اولیاء کو بعض انبیاء کے قدم پر بھیجتا ہے۔ پس جو شخص کسی نبی کے قدم پر جوتو جاتا ہے وہ ملا علیؑ میں اسی نبی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

(۲) ولایت نبوت کے اعتقاد کی پناہ ہے اور نبوت قرآن وجود باری تعالیٰ کیلئے پناہ ہے۔ پس اولیاء انبیاء کے وجود سینوں کی مانند ہیں اور انبیاء خدا تعالیٰ کا وجود قائم کرنے کے لئے نہایت محکم کیوں کے مشابہ ہیں (پہلو مشاہدہ قرآن ص ۱۸)

۱۹۰۱ء کے بعد

پاک فوشتوں سے مشاہدہ دیکھنے ہو وہ ان کی طرف سے نہیں۔ بلکہ وہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتے ہیں ہاں وہ ظلیت کے باطن میں ہوتے ہیں۔ اور ہمیں اولیاء الرحمن کی نسبت ایسی بزرگی اور شان میں شک ہے تو پڑھ لو آیت صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین علیہم کو غور و فکر سے (ابہدی ص ۱۹۰۲)

(۱) کہ جس طرح قرآن شریف اور اخلاص مسلم کی کسی نبی سے انسان جامعیت اور اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتا ہے۔

(۲) میں نے قرآن شریف میں ایک ذرہ صحت پائی ہے میں نے آنحضرت مسلم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں نہ خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے (چشمہ معرفت ج ۲ صفحہ ۵۹، ۶۰، ۶۱)

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کسی نے نبی ہو کر مقام

ملہ دراصل حضرت مرزا صاحب دلی تھے اور نبی کا نام اور خطاب بطور عزت کے دیا گیا تھا اور نہ نبی کو نبی کا نام اور خطاب دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے:- (۱) نقلی نبی مجازی معنوں کی رد سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں ستم ہے۔ (حاشیہ انجام آحم صفحہ ۳۸) (۲) کہ بروزی حور سے میرا نام نبی رکھا گیا (ایک غلطی کا نذرانہ ص ۱۹)

(۳) اور یہ نام بحقیقت خانی رسول مجھے ملا ہے (ایک غلطی کا نذرانہ ص ۱۹) (۴) مجازی طور سے میرا نام نبی رکھا گیا۔

(۵) حرم حور سے نبی کا خطاب مجھے دیا گیا (حقیقتہً اوجی صفحہ ۵۰، ص ۱۹) (۶) اور حور سے میرا نام نبی ہے۔ (ضمیمہ براہین بنجم ص ۱۹، ص ۱۹) (۷) میرا نام غلی طور پر نبی رکھا گیا (ضمیمہ براہین بنجم صفحہ ۵۸)

(۸) اور غلی طور پر نہ اسی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا (چشمہ معرفت حاشیہ صفحہ ۲۲، ص ۱۹) (۹) خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا

نبوت کی گئی تھی اور کئی اگلے سالوں کے بعد ہی نہ صرف خود حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو بلکہ ان کے صاحبزادہ صاحب نے بھی انیس اولیاء کے گروہ میں ہی سمجھا۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

باب

اے اس امت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اولیاء کیسے مکالمات اور مخاطبات میں انکو رنگ بنایا جاتا ہے مگر حقیقت یہی نہیں ہوتے اس لئے کہ قرآن نے حجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے اور ان کو نہیں دیا جاتا مگر قرآن اور وہ قرآن پر زیادہ کرتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں۔ مواب الرحمن صفحہ ۶۶، ۶۷

بیٹا

آنحضرت صلیم خاتم النبیین میں اور آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آئیگا کہ جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے اور وہ آپ کی تعلیم کو منسوخ کرے اور نئی شریعت جاری کرے بلکہ جس قدر اوہ اللہ ہوں گے اور متقی اور پرہیزگار لوگ ہوں گے سب کو آپ کی غلامی میں ہی ملے گا جو کچھ ملے گا (تشمیدالاذیان اپریل ۱۹۱۸ء)

صاحبزادہ صاحب کی مذکورہ بالا تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ۱۹۱۸ء تک اپنے والد صاحب کو اولیاء اللہ کے زمرہ میں ہی سمجھتے تھے صاف ظاہر ہے کہ نبی بنانے کا خیال ابھی تک سختہ طور پر ذہن نشین نہیں ہوا تھا۔

(۴) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے ۱۹۱۸ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر اپنے آپ کو اللہ کے بعد بھی مجدد کیوں کہا۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۹۰۱ء سے پہلے

”جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے جدیدیت کی قوت پاتے ہیں وہ بڑے استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی پر نائب رسول اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ان تمام کمزوریوں کا دورفت بناتا ہے جو بیویوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں۔“ (مجموعہ مباحثہ صفحہ ۶۷)

۱۹۰۱ء کے بعد

”مجدد جو اس چودھویں صدی کے سر پر یوجیب مدیث نبوی کے آنا چاہیے تھا وہ یہی راقم ہے“ (تزیان السکون صفحہ ۲) ”مندانے اس رسول کو یعنی مجدد کامل کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ خدا اس زمانہ میں یہ ثابت کر کے دکھلا دے کہ اسلام کے مقابل پر سپردین اور تمام تعصبات سے پرہیز (تزیان اقرب ص ۱۸)

(بیتہ عالیہ صفحہ ۱۸) اور یہ ایک مجھے عزت کا خطاب دیا گیا ہے (خط حضرت صاحب اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۱ء) (۱۵) سر میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پاک (باقی پر صفحہ ۱۸)

۱۹۰۱ء سے پہلے

”لے بھائیوں! اللہ کی طرف سے محدث بنا کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اور ان سب لوگوں کی طرف جو زمین میں ہیں۔۔۔ اور اس نے مجھے اس صدی کے سر پر بھیجا ہے۔“ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۶)

”میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا حکیم ہوں تاکہ وہ اپنے مسطفیٰ کی تجدید کروں اور اس مجھے صدی کے سر پر بھیجا“ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸)

۱۹۰۱ء کے بعد

”اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے مجدد صدی بھی درمجدو اللہ! آخر نبیؐ کی ایک صحت (صحفہ) ”اگر درسیاتی زمانے میں یہ غلطیاں نہ پڑتیں تو پھر مسیح موعود کا آنا فتنوں اور اضطرابوں کا بھی فتنوں تھا کیونکہ مسیح موعود مجدد ہے اور مجدد غلطیوں کی اصلاح کے لئے ہی آیا کرتے ہیں۔“ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۴۴-۱۹۰۱ء)

(۵) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر اپنے آپ کو ۱۹۰۱ء کے بعد بھی محدث کیوں کہا؟ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔۔

۱۹۰۱ء سے پہلے

”بلکہ امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہویکم ہے اس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات و مقامات حضرت امدیت سے مشرف ہو جاتا ہے اور ایسا شخص محدث کے نام سے مرسوم ہے اور انبیاء کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب و اقرب ہوتا ہے۔“ (براہین احمدیہ حاشیہ نمبر ۵ صفحہ ۵۴)

۱۹۰۱ء کے بعد

”اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کی بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سرسراہتر ہے بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے روئے منہ محارم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے نبی امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۰۵) بکثرت پیش گوئی کرنے والا، در خط حضرت مسیح موعود و اخبار امام ۲۳ مئی ۱۹۰۵ء

صلیٰ حضرت مرزا صاحب نے اپنے محدث ہونے کی تائید میں امام شیخ احمد سرحدی مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ کی تحریر کو چاروں فقرہ نقل کیا ہے۔ تین دفعہ ۱۹۰۱ء سے پہلے مسیحا کہ نمبر ۲ و ۳ سے ظاہر ہوتا ہے جن میں محدث کا لفظ صاف موجود ہے۔ مگر جو جہتی دفعہ ۱۹۰۱ء کے بعد حقیقتہً اوجی ۱۹۰۱ء میں پھر ان کی تحریر کا حوالہ دینا ہے جس میں مگر نبی کا لفظ لکھا ہے جو کہ اس جگہ موزوں نہیں بیٹھتا کیونکہ شروع میں تو نبی ہونے کی تردید کر کے دعویٰ نبوت کو انفرادی قرار دیا گیا ہے لہذا آخر نبی کا لفظ لکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ انفرادی کا ٹیڈ کرتا ہے۔ حقیقت اسی جگہ نبی کے (باقی برصغیر)

۱۹۰ء سے پہلے

”اور حضرت مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی صفحہ ۹۹ میں ایک مکتوب بنام محمد صدیق لکھتے ہیں جس کی عبارت یہ ہے: یعنی اے دوست تمہیں معلوم ہو کہ اللہ جل شانہ کا بشر کے ساتھ کلام کرنا کبھی ردیرو اور بمکملی کے رنگ میں ہوتا ہے اور ایسے افراد جو خدا تعالیٰ کے بمکلام ہوتے ہیں وہ خواہ انبیاء میں سے ہیں کسی یہ بمکلامی کا مرتبہ بعض ایسے مکمل لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف بمکلامی کا پاتا ہے اسکو محدث بولتے ہیں۔“ (زالہ اہام صفحہ ۹۱)

اور امام مجد و سرسندی شیخ احمد رضا رحمہ اللہ نے اپنے ایک مکتوب میں جس میں بعض نصیحتیں اپنے مرید مصلح کی طرف لکھی ہیں فرمایا جان لے اے صدیق کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بشر کے ساتھ کبھی بہت قرب سے ہوتا ہے اور یہ افراد انبیاء میں سے ہوتے ہیں اور بعض وقت ان کے پیروؤں میں سے مکملوں کے ساتھ ہوتا ہے اور جب اس قسم کا کلام ان میں سے ایک کے ساتھ کثرت سے ہوتا ہے تو مکانات محدث رکھا جاتا ہے“ (تحریر بغداد ص ۱۷)

۱۹۰ء کے بعد

آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرسندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبی اس پر ظاہر کرنے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔“

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

”ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور جو ارقی ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔ اور اپنی دعائوں میں خدا تعالیٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں“ (دیکھو بکثرت ص ۳۹۰) ”قولہ۔ احادیث میں نازل ہونے والے معنی کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ تو کیا قرآن اور

(بقیہ حاشیہ از ص ۱۷) لفظ سے مراد امتی نبی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ایک پسو سے امتی اور دوسرے پسو

نبی۔ علاوہ انہی نام توصوف نے کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ جو شخص بکثرت مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو تو وہ نبی کہلاتا ہے۔ گویا اب حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی بنیاد مجاہد کی وجہ پر رکھنے کے ایک غلط حوالے پر رکھی جاتی ہے تاویانی حضرات اسنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر آج کے لفظ نبی کی تشریح امتی نبی یا محدث کی نہ کی (باقی ہمیشہ)

۱۹۰ء سے پہلے

مسوال ”مسلمہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے
ایما الجواب۔۔۔ نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا
دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔“
(ازالہ اوہام صفحہ ۲۲، ۲۳)

”یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مکمل
ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں۔ یا محدث ہوں چونکہ
ہمارے یہ دو رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور
بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اسلئے اس شریعت
میں نبی کے نام مقام محدث رکھے گئے“ (شہادت القرآن برائے نبیؐ)

۱۹۱ء سے بعد

حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا
گیا ہے۔ اقول مغربی اور عربی زبان میں نبی کے
معنی صرف پیشگوئی کرنے والے کے ہیں جو خدا
تعالیٰ کے اہام پاک مشکوئی کرے پس جبکہ قرآن
شریف کے رو سے یہی نبوت کا دروازہ بند نہیں
ہے جو توسط فیض اور اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کسی انسان کو خدا تعالیٰ سے شرف مکملہ و مخاطبہ حاصل ہو
اور وہ بذریعہ جلالی کے مخفی اور بظلال عیسیٰ کے تو پھر
ایسے نبی اس امت میں کیوں نہیں ہو گئے؟ (مضمر علی بن عبد جبریلؑ)

(۴) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے ۱۹۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر نبی کی وہ
تعریف جو انہوں نے ۱۹۱ء سے پہلے اور ۱۹۱ء کے بعد کی ہے ان پر صادق کیوں نہیں آتی؟

(۱) ”حسب تفریق قرآن کریم رسول اکی کو کہتے ہیں جس
نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل
کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے ہر
جا گئے تو پھر حضرت یحییٰ موعود پر یہ الزام آتا ہے کہ آپ
نے نعوذ باللہ اپنی مطلب براری کے لئے عہد
الف ثانی رحمت اللہ کی عبارت میں تحریف کی جو کہ ایک نبی کی شان کے شایاں نہیں ہو سکتا حالانکہ خود ایسے شخص
کو محدث ہی قرار دیتے ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہم کلامی کا پانا ہے اس کو محدث بولتے ہیں۔“ (ازالہ اوہام
صفحہ ۱۹، علاوہ دائرہ شہادت القرآن) کے حوالے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت میں نبی کے قائم
مقام محدث رکھے گئے ہیں یہی وجہ تھی کہ یکپہرہ لکھوت میں آپ نبی اور رسول کے ساتھ محدث کا لفظ بھی برپا کیا
جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اس وقت بھی محدث ہی تھے اگر نبی ہوتے تو پھر محدث کا لفظ بڑھانے کی کوئی
فہرورت نہ تھی۔ علاوہ (۱۹۱ء) میں ۱۹۱ء کے بعد کے حوالے (۳) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب
محدث تھے کیونکہ معترض کا یہی اقرار تھا کہ محدث نبی کہلا سکتا ہے یا نہیں؟

۱۹۰ء کے بعد

ہماری حالت پر بھی ایمان ملا۔ وہی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خدا صمد تمام امت کو سکھایا گیا۔ کہ لا اِلهَ اِلاَّ اللہ محمد رسول اللہ (حقیقۃً الحق) (۲) ”یا ربی ہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں میرا اس دعویٰ نہیں ہے“ (حاشیہ حقیقۃً الوحی صفحہ ۵۱-۱۹۰ء)

(۳) ”اس نبوت سے وہ نبوت مراد نہیں جو پہلے نبیوں میں گزر چکی ہے“ (استغناء فی حقیقۃً الوحی صفحہ ۵۱-۱۹۰ء)

(۴) ”پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتا تھا وہ کسی گزشتہ نبی کی امت میں نہیں کہلاتا تھا اس کے دین کی نصرت کرتا تھا اور اس کو سچا جانتا تھا۔“ (خبر معرفت جلد دوم)

۵ بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت میں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استغادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس کو شیار رہنا چاہیے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں۔ ”لاحظہ فرمادیں“ (جلد ۱۲ ص ۱۸۹)

(۷) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے اسلام میں نبی بن گئے تھے تو پھر اسلام کے بعد بھی یہ کیوں کہا کہ اس امت میں نبیوں اور رسولوں کے پیش آئیں گے ذیل کا مقابلہ حفظ کیجئے۔

(۱) ”اور ملاوۃ اور سلام خاتم رسل پر جس کی نبوت کے

۱۹۱ء سے پہلے

لگ گئی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔“

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۴-۵)

(۱) ”معاذ نبوت تامہ ہرگز ہمتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا مخصوص قرآن اور حدیث کی رو سے بالکل ممنوع ہے۔ اضر صلاۃ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع ما ذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ جس شخص سے نہیں بھیجا جاتا

کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔“ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۱-۱۹۰ء)

(۳) ”جو شخص نبوت کا دعویٰ کر لیا اس دعویٰ میں نزو ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہمتی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام مناوے

جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنائے جو اس کو نبی سمجھے اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہے“ (۲۴۴)

(۴) ”چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا

(۷) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے اسلام میں نبی بن گئے تھے تو پھر اسلام کے بعد بھی یہ کیوں کہا کہ اس امت میں نبیوں اور رسولوں کے پیش آئیں گے ذیل کا مقابلہ حفظ کیجئے۔

(۱) ”قرآن شریف اپنے زبردست نبوتوں کے ساتھ ہما

۱۹۰۱ء سے پہلے

دعوئے کامصلق اور ہمارے مخالفین کے کا وہم و ظلم کی بجائے کر رہا ہے اور وہ گزشتہ نبیوں کے واپس دنیا میں آنے کا دروازہ بند کر رہا ہے اور بنی اسرائیل کے مشیخوں کے آنے کا دروازہ کھول رہا ہے اس نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ اس دعا کا حاصل کیا ہے یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدا نبیوں اور رسولوں کا مشیل بنائے۔ (دارالارواء صفحہ ۵۳۹)

(۲) پس اس آیت سے بھی کھلے کھلے طور پر ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ اس امت کو قطعی طور پر تمام ابتدائہ کا وارث ٹھہرانا چاہتا ہے اور جو قطعی طور پر عہدیت باقی رہے اور دنیا ان کے وجود کے بھی خالی نہ ہو۔ (دھرمات انقرآن صفحہ ۷۷)

۱۹۰۱ء کے بعد

ختم نے چاہا کہ آپ کی امت سے نبیوں کی مانند لوگ پیدا ہوں۔ (راہدق البصر ولین ری صفحہ ۱۹۰۲ء)

(۲) کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے ہر وہی جو کسی اور نبی کو سرگرم نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی نازل نہیں ہے اور یہ وقت قدس کی کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں۔ کہ علما اہل حق کا نبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علمائے بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔ (حاشیہ حقہ اور صفحہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۹۰۷ء)

(۸) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعوئی میں تبدیل کر کے ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر ۱۹۰۱ء کے

بعد بھی یہ کیوں کہا کہ آنحضرت ص آفری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور حدیث لانی بعدی ایسی

مشہور ہے کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن

شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت بعد کر یہ ملگن

وصول اللہ و خاتم الذین سے بھی اس بات کی

تصدیق کرتا تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے

پورے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا۔

(حاشیہ کتاب البرہ صفر ۱۸۴)

اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۵۰-۱۹۰۲ء)

۱۹۰۱ء سے پہلے

کا دعویٰ کیا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مسل
موت ہے؟ (سراج میز صفحہ ۱۲، ۱۳)

(۵۶) اختر اسکے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے
نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ (حاشیہ کتاب البرہ ص ۱۸۲)

۱۹۰۱ء کے بعد

کرنا قرآن شریف کے روئے منہ معلوم ہوتا ہے، ایسا
کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا، (حقیقۃ الوحی ص ۳۹ سلسلہ ۱)

(۳۱) اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جہالت
اور کس قدر خن سے خروج ہے؟ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹ سلسلہ ۱)

نعل نوکیلا اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعوئے میں تبدیلی کر کے ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر ۱۹۰۱ء کے بعد
بھی لفظ نبی کی مختلف تاویلیں کیوں کیں؟ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:-

۱۹۰۱ء سے پہلے (۱) امتی نبی

(۱) اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح و نبی
سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے برگز
مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی
نسبت ظاہر نہ کرتا تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔
مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل
ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے تھا۔ اور
صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے

دلائل بھی کچھ نہ ملے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی مانتا
کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے بلکہ
طبری مسمیٰ کہ اے امتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہوگا۔ اور
تمہارا امام ہوگا اور نہ صرف قوی طور پر بلکہ اس کا امتی ہونا
ظاہر کیا۔ بلکہ علی طور پر بھی دکھلا دیا کہ وہ امتی لوگوں کے
موافق صرف قابل اللہ و قابل الرسول کا پیرو ہوگا اور اصل
مخلوقات اور معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ

لئے و جنوں اطراف کے حوالے نمبر (۱) کو ملا کر پڑھنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب امتی نبی تھے
باوجود ۱۹۰۱ء تک بارش کی طرح وحی نازل ہونے کے کوئی خاص فرق نہیں پڑا جس سے ثبوت ہو سکے کہ وہ ۱۹۰۱ء میں
نبی بن گئے تھے کہ ۱۸۹۸ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک لگاتار ۲۳ سال وہ امتی نبی ہی ہے اب نبی کے خطاب سے ان کی فضیلت
ثابت کر کے انہیں نبی بتایا کوئی عقلمندی نہیں۔ کیونکہ اپنی فضیلت کے متعلق وہ پہلے ہی کلمہ چکے تھے وہو افضل
من بعض الانبیاء اور سراج میز معقولہ مارچ ۱۸۹۶ء علاوہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالے نمبر (۱) اور نمبر (۲)
سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر شریعت کے نبی کو بھی امتی نبی قرار دیا گیا ہے اور یہی نام براہین احمدیہ ۱۸۸۴ء میں بھی رکھا گیا
تھا۔ اب کیا وجہ ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو بغیر شریعت کے ہی نبی مانتا ہے تو پھر بجائے ۱۹۰۱ء سے ماننے کے
کیوں نہ شروع دعوئے سے ہی مانا جائے کیا ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ امتی نبی ہی بغیر شریعت کے

۱۹۰۱ء سے پہلے (۱) امتی نبی ۱۹۰۱ء کے بعد

کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۴، ۱۵۰)

(۲) یاد رہے کہ بت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے ناول میں براء راست نبیوں کو ملی ہے، لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے، بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فاضلہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتب فرمایا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی، اسی وجہ سے حدیث اور میرے احکام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے

اجتماع سے کرے گا اور انداز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا۔ اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت نامرگی سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقض اس میں پائی جائے گی۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت نامرگی کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بت کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شائیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن سلب نبوت تمامہ صرف ایک شان ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (ازالہ ابہام صفحہ ۵۳۲-۵۳۳)

حقیقۃً حاشیہ (از صفحہ ۱۱۳) نبی ہوتا ہے دراصل غیر شرعی نبی کو ہی "امتی نبی" بروزی نبی" علی نبی" اور مجازی نبی کہا گیا ہے کیونکہ امتی وہی ہوتا ہے جو بغیر شریعت کے ہو اور اس کے نبی ہونے کا یہ معنی ہے کہ اس سے مکالمہ مخاطبہ الہیہ ہوتا ہے اور ایسی نبوت کو رسول اللہ کی نبوت کا قائل قرار دیا گیا ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ دیجئے کہ اس کی وحی وحی اللہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ولی کو نبی کا قائل قرار دیا گیا ہے جس میں نبی شریعت کے ہوتا ہے اور ولی مثل فعل کے، "کلمات الصافین" صفحہ ۸) اب تمام باتوں کا حضرت مرزا صاحب کو بھائے امتی نبی" کے نبی ماننا اور منوانا نہ صرف اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی۔ کیونکہ صرف نبی" کہنے سے یہ مغالطہ ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے بالمقابل ایک منتقل نبی ہیں اس مغالطہ اور دھوکا کو دور کرنے کے لئے آپ نے صاف لکھا کہ میں صرف نبی نہیں ہوں بلکہ امتی بھی ہوں اب ان کے نام کے "امتی" جزو کو چھوڑ دینا اور صرف

۱۹۰۱ء سے پہلے (۱) امتی نبی ۱۹۰۱ء کے بعد
 (۲) صاحب نبوت تمام سرگزشتی نہیں ہو سکتا اور
 جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل
 طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا مخصوص
 قرآنہ و حدیث کی رو سے بجلی متمنع ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع
 بالاذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنائے گئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا
 کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ ہاں محدث جو سر میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر
 نبی بھی امتی ہے اس وجہ سے کہ وہ بھی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا
 ہے اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سامعہ اس سے کرتا ہے اور محدث کا وجود انبیاء اور ائمہ میں
 برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔ اور
 محدث کے لئے ضرور ہے کہ وہ کسی نبی کا مثیل ہو اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ہی نام باوہ سے جو نبی کا نام ہے
 (۱) (۲) بروزی نبی ۱۹۰۱ء کے بعد

۱۹۰۱ء سے پہلے (۱) بھر ختم نبوت کیونکر رہے گا اس کے جواب میں یہ
 ارشاد ہوا کہ وہ تم میں سے ایک امتی ہو گا اور بروزی
 (۱) بھر ختم نبوت کیونکر رہے گا اس کے جواب میں یہ
 ارشاد ہوا کہ وہ تم میں سے ایک امتی ہو گا اور بروزی
 (۱) بھر ختم نبوت کیونکر رہے گا اس کے جواب میں یہ
 ارشاد ہوا کہ وہ تم میں سے ایک امتی ہو گا اور بروزی

حقیقتاً حاشہ از صحت (۱) نبی لیکر پکارنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمود با اللہ تک کرتا ہے جیسا کہ حضرت یحییٰ موعودؑ کی
 اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تمام مہدیہ کی اس میں تک
 ہے ہاں اسی اور نبی دونوں نقطہ اجتماعی حالت میں اس پر آ سکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت تمام کاملہ مہدیہ کی تک نہیں (۱) صحت
 بلاشبہ پہلے حضرت مرزا صاحب کو نبی پیش کرنا اور پھر لوگوں کے اعتراض ہونے پر یہ تشریح کر دینا کہ وہ تو حضرت م کے
 امتی ہیں کوئی عقلمندی نہیں۔ بلکہ دانشمندی یہ ہے کہ پہلے سے ہی انہیں ایسے نام سے پکارا کہ جس سے نہ تو مسلمان
 کو کوئی دعو کا لگ سکے اور نہ کوئی اعتراض ہو سکے مگر انوس یہ ایک متولی سی بات بھی قادیانیوں کی بھیج میں نہیں آتی ماسکی
 وجہ یہ ہے کہ میاں صاحب نے اپنے باپ کو نبی بنا کر تمام اہل اسلام کو جو کہ انہیں نبی نہیں مانتے کافر بنانے کا ٹھیکہ
 لے رکھا ہے۔ چنانچہ بڑے فخر کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ نہ صرف مدیہ منورہ بلکہ خاند کعبہ بھی کفار کے ہاتھوں میں
 ہے۔ انا مشر ونا میر راجعون۔ خواہ حضرت مرزا صاحب اپنے قول میں جھوٹے ہی ٹھہرائیں اس کی کچھ پروا نہیں ۴۴۴

۱۹۰۱ء سے پہلے (۲) بروزی نبی ۱۹۰۱ء کے بعد

طور پر بھی کہلائیگا۔ (ایام نصح صفحہ ۱۴۱)
 (۲) قولہ نبی کا نشین نبی ہوتا ہے۔ (قول تمامت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قائم مقام نبی ہو جاتا ہے یہی معنی اس حدیث کے ہیں علما امتی کا بنیاد بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علما مثیل انبیاء ہیں۔) (ایام نصح صفحہ ۱۶۴)
 (کشتی نوح صفحہ ۱۵ ۱۹۰۲ء)

۱۹۰۱ء سے پہلے (۳) مجاز نبی ۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) ”اس جگہ میری نسبت کلام الہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے کیونکہ جو شخص خدا سے براہِ وحی پاتا ہے وہ یقینی طور پر خدا اس سے کاملہ کرتا ہے۔ جیسا کہ نبیوں سے کیا اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں بلکہ نہایت فصیح استعارہ ہے“ (ذہبی نمبر ۲۲۷ اور ۲۲۸)

۱۔ اب میں صاحب کا مجازی نبی کو بغیر شریعت کے نبی اور حقیقی نبی کو صاحب شریعت نبی قرار دینا سرفہرست ہے کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہ تو قرآن کریم و نہ حدیث شریفہ اور نہ کسی لغت اور نہ مرزا صاحب کی تصنیفات میں پایا جاتا ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایجادِ ہند ہے مہرِ حال اگر اس تفسیر کو سپہانِ بھی دیا جائے تو پھر میں صاحب پر ایک اعتراض تو یہ آتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو مسیحؑ سے پہلے بھی مجازی نبی کہا تو پھر اس وقت سے آپ نے ان کو بغیر شریعت کے نبی کیوں قرار دیا۔ کیا یہ تاویل صرف ۱۹۰۱ء کے بعد کے حوالوں کے لئے ہی کرنی تھی تاکہ اپنے باپ کو آسانی سے نبی بنایا جاسکے۔ دوسرا اعتراض یہ وار دہوتا ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے جو نبی بغیر شریعت کے گذرے ہیں انہیں بھی مجازی نبی کیوں نہیں کہا جاتا۔ اگر وہ بھی مجازی نبی تھے تو کیا ان پر بھی وحیِ ولایت ہی نازل ہوتی تھی؟ دوستو! جماعتِ موعودہ میں سے سوائے میاں صاحب کے اور کسی نے مجازی نبی کی کیوں یہ تاویل نہ کی اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنے باپ کو نبی نہیں بنانا تھا حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے حدیث کو مجازی نبی قرار دیا ہے کیونکہ اس پر وحی ولایت نازل ہوتی ہے؟

سنت سے پہلے (۳) مجازی نبی ۱۹۰۱ء کے بعد

(۲) ”اور میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طریق پر نہ علی وجہ حقیقت“ (الاستفتاء فی حقیقۃ النبویۃ ص ۱۰۱)
 (۳) محمدی مسیح کا نام ابن مریم رکھا گیا اور پھر اسی نام الخلفاء کا نام باعتبار ظہور بین صفات محمدیہ کے محمد اور احمد رکھا گیا اور مستعار طور پر رسول اور نبی کہا گیا۔ او اسی کو آدم سے لیکر آخر تک تمام انبیاء کے نام دیئے گئے۔ (نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۵)

(۲) ”آئے والے مسیح بر خود کا نام جو مسیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے۔ وہ انبی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیہ کرام کی کتاب میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟“ (حاشیہ خاتم انعم ص ۱۱)
 (۳) اور اس جگہ میری نسبت کلام آبی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے“ (حاشیہ اربعین نمبر ص ۲۵)

سنت سے پہلے (۴) ظلی نبی ۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) ”میں خدا کا ظلی اور بروزی طور پر نبی ہوں“ (تذکرۃ اللہ ص ۱۰۱)
 (۲) ”چونکہ میں محض ظل ہوں اور امتی ہوں اس لئے آفتاب کی اس سے کچھ کمرشائیں ہیں۔“ (تہذیبات الیہ ص ۲۵)
 (۳) اور تحقیق یہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو ان کے نور سے متور کیا جائے اور اس کا ظہور اس کے ظل کا ظہور ہوگا۔“ (الاستفتاء فی حقیقۃ الوحی ص ۲۷)

(۱) ”بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر پیش سید الانبیاء اور امام لامصفا حضرت مقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا۔“ (ازادہ دم ص ۲۵)
 (۲) ”صد ہا ایسے لوگ گزرے ہیں کہ جن میں حقیقت محمدیہ تحقق تھی۔ اور عند اللہ ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا۔“ (آئینہ کلمات اسلام ص ۳۴)

(۴) ”میں ظلی طور پر نبی ہوں۔ پس میں امتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی بھی ہوں“ (دعوتیہ براہین احمدیہ حصہ پنجم دہا خدا نے میرا نام نبی رکھا یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی اور ظلی طور پر نہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام دیا گیا اور نہ خود بنا)

(۳) ”میں نے ان کتابوں کی تالیف سے صرف خدا کا نشان پیش کیا تھا۔ کیونکہ یہ ولایت کامل طور پر ظل نبوت ہے۔ خدا نے نبوت اسعز صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات کے لئے پیشگوئیاں رکھائیں۔“ (درجۃ اللہ ص ۱۱)
 (۴) ”میں نبی ظل صلی کے ہوتا ہوں اور ظلی شکل کے درازا ہوں“ (درجۃ اللہ ص ۱۱)

لے مجازی کلمات کو حقیقت پر آنا ناگوار کیا ایک خوبصورت مشوق کا ایک دیو کی شکل میں خاک گلیں پنا ہے۔ بلاغت کا تمام مدار استعارات لطیفہ پر ہوتا ہے۔ اسی جی سے خدا تعالیٰ کے کلام نے بھی جو ابلغ الحکم جس قدر استعاروں کو استعمال کیا ہے۔ اور کسی کے کلام میں یہ طرز حقیقت نہیں ہے۔ (توضیح مرام، اردو ص ۵۸)

۵۔ جزوی نبی

۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) ”ہمارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام نبی رکھا ہے اور نبوت سے انکی دوا دوسرے کثرت مکالمات ابدیہ اور کثرت اجار ابدیہ اور کثرت وحی کے اور کچھ نہیں“ (الاستغفار فیہم حقیقت الوحی صفحہ ۱۶۷)

(۲) ”اور جانتا ہوں کہ تمام نبیوں میں اس پرستار میں اور اس کی شریعت خاتم الانبیاء ہے۔ مگر ایک قسم کی قربت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیردی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور الہی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی مکمل ہے۔ اور اسی کے ذریعہ ہے اور اسی کا منظر ہے۔ اور اسی سے فیض یاب ہے۔“ (چتر معرفت صفحہ ۳۲، ۳۲۵)

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) ”اوصرفت ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں نبوت کے اہم سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتداء سے ملتی ہے۔“

(۲) ”نبوت جزوی کے دو حصے عہدیت کے لئے کھلے ہیں اور اس نوع میں کچھ نہیں سوائے نبوت شریعت کے اور نزلات کے جو غیبی امور میں سے ہوں یا قرآنی لطائف کے اور لدنی علوم کے“ (توضیح مرام صفحہ ۹-۱۰)

(۳) ”عاجز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے فوض جو کرایا ہے اور نبوت بھی ایک معنی سے بنی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تام نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے مکالم ہونے کا ثبوت رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جاتے ہیں۔“ (توضیح مرام صفحہ ۱۰۹)

۱۹۰۱ء کے بعد

۶۔ عکسی نبی

(۱) ”اُس کا نام اسی طور سے سچ رکھا جیسا کہ پانی یا آئینہ میں ایک شخص کا جو عکس پڑتا ہے۔ اس عکس کو مجازاً کہہ سکتے ہیں کہ یہ غلاں شخص ہے۔“ (خیمہ رسالہ جہاد صفحہ ۲۲)

(۲) ”براہین احمدیہ حصہ ہفتم صفحہ ۱۷۹-۱۸۰ء“

۱۹۰۱ء کے بعد

۷۔ لغوی نبی

(۱) ”میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اولہ عربی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پاک و مکمل پیش گوئی کرنے والا۔“ (خود بنام اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء)

خوش ۱۔ یہ حوالہ حضرت مرزا صاحب کا وفات سے صرف تین دن پہلے کا ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پا گئے۔

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) ”تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام تو بیس مرام و ازالہ اہام میں جس قدر ولیے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ محدث جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنی کے رُو سے بیان کئے گئے ہیں وہ حاشا و کلا بجز نبوت حقیقی کا ہرگز لغوی نہیں ہے۔“ (مجموعہ رسائل حصہ اول)

۱۹۰۱ء سے پہلے ۸۔ ناقص نبی ۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) ”ابہان تمام اشالات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے مستعنت نہیں ہو گا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے“ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۳-۳۲)

(۲) ”اُن محدث جو مسلمین میں سے ہے اتنی ہی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی“۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

(۱) ”اگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہینک ہے، ہاں اتنی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس نبوت تامہ محمدیہ کی جنک نہیں“۔ (الوصیف صفحہ ۱۰) ۱۹۰۱ء

نوٹ:- صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت ناقصہ تھی۔ اگر نبوت تامہ کاملہ ہوتی تو پھر نبی کہلاتے۔ کامل کے بالمقابل تو ہمیشہ ناقص کا ہی لفظ آتا ہے۔

۱۹۰۱ء سے پہلے ۹۔ فتانی الرسول ہونے کی وجہ سے نبی ۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) ”اُن ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا۔ جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ جو باعث اتباع اور فتانی الرسول ہونے کے جناب خاتم المسلمین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جو مکمل میں داخل ہوتا ہے“۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵)

(۱) غرض میری نبوت اور رسالت یا اعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے۔ میرے نفس کے رُوسے اور یہ نام بحیثیت فتانی الرسول مجھے ملا۔ لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔ لیکن فیثے کے اتونے سے مزور فرق تلے گا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کے رُوسے یہ ہیں کہ مذکور طرک الشریعہ پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ (لیکھنؤی انالہ)

۱۰۔ مستقل نبی ہونے کا انکار

(۱) ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی ہے اس کا دوازدہ قیامت تک بند ہے“ (محمد حسین بشاوی اور عبدالرشید مکرملوی کے مباحث پر حضرت اقدس کارویو صفحہ ۷۶، ۷۷) (۲) ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آوے کیونکہ ایسے شخص کا آنا صریح طور پر ختم نبوت کے منافی ہے“ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲) (۳) ”اور ہمارے رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا حق نہیں کہ مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ کرے“ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲)

۱۱۔ اعزازِ نبی ہونے کا اقرار

(۱) ”کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکا نہ کھاوے۔ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ وہ نبوت نہیں ہے۔ کوئی اور شخص دھوکا کھائے یا نہ کھائے مگر آپ کے فرزند اور جند نے دھوکا کھایا کہ آپ کی وفات کے چھ سال بعد آپ کو نبی بنا دیا جائے۔“

جو ایک مستقل نبوت کھلاتی ہے۔ کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلا سکتا۔ مگر میں امتی ہوں پس یہ صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوئے تھے حضرت عیسیٰؑ سے تکیس شبست ہوئے، وضمیمہ براین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ صفحہ ۱۸۸) (۲۶) اس لئے شخص مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے تاکہ ان میں اور مجھ میں فرق ظاہر ہو جائے۔ ان معنوں سے میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں تاکہ ہمارے پیروہ آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح امتی ہی ہوگا اور نبی بھی ہوگا (خطبہ نام اخبار عام) یہ سوال بھی حضرت مرزا صاحب کی وفات کے تین روز پہلے کا ہے و

(۲۷) حضرت مرزا صاحب نے لفظ نبی کی نہ صرف و بیس ہی کی ہیں بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ اس لفظ کو کاٹنا ہوا سمجھ کر اس کی بجائے محدث خیال کریں۔ اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے: ”میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں حاضر کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو تو میم شدہ تصور کرنا کہ بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹنا ہوا خیال فرمائیں۔“ (مختار لکھنؤیہ لکھنؤ) اگر حضرت مرزا صاحب سن ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر قند میں اپنے دعویٰ کے متعلق لوگوں سے فتویٰ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ الاستغناء حقیقت لومی کو پڑھ کر جواب دیجئے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیجئے کہ یہ فتویٰ اہل اسلام سے پوچھا گیا تھا یا اہل کفار سے۔

۱۳۔ اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے سن ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر اپنے آپ کو رسولؐ کا فرزند اور شاگرد کیوں کہا جبکہ نبی علاقائی بھائی ہوتے ہیں۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

(۱) الانبیاء اخوة لعل اولاد امہا تھم شتی وینعم
 (۲) اور اس طرح پروردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور
 آپ کا ورثہ ہوتا۔ (محمد حسن شاہی اور عبد اللہ علی شاہی کے
 کے ساتھ حضرت اقدس کا روایت ہے)

۱۴۔ اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے سن ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر وہ امام طہارہ کیوں ٹھہرے۔

بیٹا

ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

”بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا بیٹا نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وہاں اور مسلمان رسولؐ لیاطام باذن اللہ (یعنی ہر ایک رسولؐ مطلق اور امام بنانے کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا تابع اور تابع ہو۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

دسویں فصل۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد کے نہ ماننے سے کفر لازم آتا ہے؟

اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کے علاوہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر ۱۹۰۱ء کے بعد بھی نہ کیوں کہنا کہ میرے انکار سے کفر لازم نہیں آتا ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے۔

۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (تربیان القلوب صفحہ ۱۲۰) اور اس کے پنجے مزید تشریح کے لئے حاشیہ دیا ہے: "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اجر محدث ہیں گو وہ کسی ہی جناب الہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور صنعت مراکمہ الہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔" ۱۹۰۱ء (۲) پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر کی پیدا ہو گئی ہے ان کو کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں" (حقیقۃ الہی حاشیہ صفحہ ۱۶۵) (۳) سوال تھا کہ غیر احمدی آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں لیکن اگر آپ نہ کہیں تو اس میں کیا حرج ہے (الجواب) "فرمایا جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اسے کافر نہ کہیں تو اس میں حریف اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور یہ ہم سے ہو نہیں سکتا۔" (بدھ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء ص ۱۸۱ کالم ۱۸)

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) خدا سے شرمناؤ... بسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تم ان تھوڑوں کو اور گھٹاؤ و دکھاؤ کی تعدیہ نہ بڑھاؤ (۲) "ایک تکفیر مسلماناں کنی از مجمل و کیں شمرتم آید از خدائے عادل و بی اختیار ہل باشد از زبان خویش تکفیر کے مشکل امتثال زمان چوں پرستار سے کو نگار کلمہ گویاں راجح کافر نبی نام اسے انی گرتو داری خود حق رویخ کفر خود برار گرتی تکفیر قوم خود چہ کارے کردہ روا گردی وجودے را باسلام اندر آر چوں بہ معجش پر وہ بردار در کار کیست کافر گیت مومن خود برگردا شکار چند تکفیر نازی چند استہزاکنی رو بر ایمان خود مارا بکفسیر ما گذارے"

اگر حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کے انکار سے کفر لازم آتا تھا تو پھر منذر ج بالا تحریر میں جو کہ انہوں نے اپنے کفرین کے حق میں لکھیں خود ان پر صادق آتی ہیں۔

(۳) پھر خدا کو کیوں یہ مومن ہو گیا کہ اس کا لفظ جاری معنوں پر بھی استعمال کرے کیا قرآن میں سے خفا کو انا الیکھو مصلوٹ

بھی یاد نہیں رہا۔ انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بنا ہے (مراج میر ص ۲۴۲) ۲

گیا رہو فیصل۔ وہ آیات جن سے قادیانی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد غیر شرعی نبوت جاری ہے

یہی آیت۔ اٰھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ هُوَ الصِّرَاطُ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْكَ بِهٖ ۝ (آیت ۶۰-۶۱) اس آیت سے

یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جن لوگوں پر اللہ نے انعام کیا ان میں نبی بھی شامل ہیں لہذا ان کے دست پر عمل کر ہمیں بھی نبی کی بیعت سے چناؤ

کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے۔ وَمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْھِمْ مِّنَ

النَّبِیِّیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقَھَّارِیْنَ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُوْلٰٓئِكَ رَفِیْقًا ۝ اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت

کرتا ہے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا (یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ)

اور یہ اپنے صاحبزادوں میں (۴- آیت ۶۹) اس آیت سے قادیانی حضرات یہ منطاطہ دیتے ہیں کہ جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے

ان میں سے صدیقین، شہید اور صالح ہونگے یا نبیوں جب سنے والا یہ جواب دیتا ہے کہ ہونگے تو یہ پر حجت یہ کہہ دیتے ہیں کہ نبی کیوں

نہ ہوں بعد ازاں حضرت مرزا صاحب کا نبی ہونا پیش کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ہر ملکی پرانا داؤد چلا جاتا ہے۔

(۲) اگر اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ نبیوں کے ساتھ ہونے سے لوگ نبی بن جاتے ہیں تو یہ مندرجہ ذیل آیات سے

یہ نتیجہ کیوں نہیں نکالا جاتا کہ رسولؐ کے تمام ساتھی بن گئے تھے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اشَدُّ

عَلٰی الْکُفٰرِ اِرْھٰمًا وَبَیْنَهُمْ مَّوَدَّةٌ کَامِرَةٌ ۝ اور جو اس کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلے پر قوی ہیں اس میں ہم کرنے والے

(۴۸- آیت ۲۹) وَكَانَ اَقْرَبُ مِّنْ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۝ اور ان میں سے ایک گروہ جو نبیؐ کے ساتھ ہیں (۴۳- آیت ۲۰) جب

تفصیل نہیں سے یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہؐ کی زندگی میں صحابہ درمیں سے جنہوں نے آنحضرتؐ کی محبت لیں فیض حاصل کیا کیوں

کہ نبیؐ نے بنا تو پھر اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان میں سے کسی نے بھی اللہ اور رسولؐ کی اتنی اطاعت نہیں کی جتنی کہ حضرت مرزا صاحب

نے کی۔ حالانکہ صحابہؓ نے اتنی اطاعت کی بھی کہ اللہ کی طرف سے انہیں یہ سرفیض دیا گیا تھا وَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْھُمْ وَرَضَیَ

عَنْھُمْ وَاعْتَدَ لَھُمْ جَنَّتٍ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِھَا اَنْھَارٌ ۝ اُولٰٓئِكَ اَبْدُلُ ذٰلِکَ الْفَوْزَ الْعَظِیْمَ ۝

(۹- آیت ۱۰۰) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور اس نے ان کے لئے باری تیار کئے ہیں جن کے نیچے جہنم

بہتی ہیں وہ انہی میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ بلاشبہ مخالفین کی شان میں ایسا کہنا سراسر گستاخی ہے کیونکہ انہوں نے

اتنی اطاعت کی تھی کہ حضرت مرزا صاحبؒ کی زندگی بھر نہ کہ جس کے چنانچہ کج کا ذکر نہ اس کا کھانا نبوت ہے۔ گویا وہ جو پھر رسولؐ

کی جگہ بیت اللہ کے تارک ہی ہے حالانکہ ان کے ہم معاصر لوگوں نے کثرت سے حج کیا۔

(۳) اگر نبیوں کے ساتھ ہونے سے مراد نبی بننا ہی ہے تو پھر عورتیں کیوں نہ نبی نہیں کیا وہ اطاعت کرنے والوں میں شامل

نہیں؟ قرآن پاک کے ان الفاظ اور جو شخص اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے پھر خود کچھ۔ جب اطاعت کرنے والوں میں

عزیز بھی شامل ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ احاطہ کا ثمرہ پانے میں دونوں مساوی نہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم کے ان الفاظ میں وہ نبیوں (صدیقوں) شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ ہوں گے“ سے ثابت ہوتا ہے کیا نبیوں کے گروہ میں داخل ہونے کے لئے مردوں نے ہی ٹھیکہ لے رکھا ہے اور عورتیں اس نعمت سے محروم ہیں؟ بلاشبہ مسلم خواتین بھی ان جماعتوں میں داخل ہوں گی۔ کیونکہ اسلام میں مکالمہ مخالفہ آہنیہ دونوں کے لئے مساوی رکھا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے بھی اے تسلیم کیا ہے اس حوالہ کو ملاحظہ کیجئے۔ ”اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کے وحی یقینی پہلی آیتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی ہے اور وہ نبی بھی نہ تھے اس امت میں بھی، اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے تا یہ امت بھائے افضل لام نہ بنے، حق تعالیٰ نے نہ صرف جاسے“۔ جب پہلی آیتوں میں خلائی وحی عورتوں کو بھی ہوتی تھی تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس امت میں نہ ہو؟ البتہ ایسی وحی پانے سے نہ تو مرد نبی کہلا سکتا ہے اور نہ عورت بنیہ کیونکہ یہ وحی۔ وحی نبوت نہیں ہوتی بلکہ وحی ولایت ہوتی ہے اسی لئے ان کو ولی اور ولیہ کہا جاتا ہے۔

(۴) علاوہ ازیں اگر نبیوں کے ساتھ ہونے کے یہی معنی ہیں کہ لوگ نبی بن کر ہی ان کی رفاقت میں رہیں گے تو پھر کریں تاج تکس کوئی تاج رماق امین نبی نہ تا اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے التاج والصدوق الامین مع البینین والصدیقین وشہد الام (ترمذی) اور کیوں رسول مقرر نہ اس شخص کو جس نے یہ کہا تھا کہ آپؐ توجہ دعوات اعلیٰ مقام پر ہو گئے جہاں ہم نہیں پہنچ سکیں گے یہ جواب دیا کہ نبی بن کر ہمارے پانچ بیٹے جاؤ گے اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے ”کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو غلیکین دیکھا تو یہافت فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ اب تو ہم صبح شام آپ کے ساتھ ہوتے ہیں آپ کے چہرہ کو دیکھتے ہیں، آپ کے ساتھ بیٹھتے ہیں لیکن بعد وفات آپ اعلیٰ مقام پر ہوں گے جہاں ہم نہیں پہنچ سکیں گے تو یہ (مذکورہ بالا) آیت نازل ہوئی اس کے جواب میں رسول اللہ نے فرمایا۔ اللہ معہ من احب آدمی ان کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے (روضی)

(۵) بلاشبہ آھلنا الصراط المستقیم کی دعا سے یہ سکھایا گیا ہے کہ ہم نبیوں صدیقوں شہدوں اور صالح لوگوں کے نفقہ قدم پر چل کر اعمال حسنہ کی رو سے ان کے ساتھی بن سکیں۔ جیسا کہ اولیاء حسنہ دقیقاً آوریہ اچھے ساتھی ہیں“ سے ثابت ہوتا ہے اب ایسے گروہ دنیا میں تو موجود نہیں جن میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو داخل کرے۔ حقیقتاً اس آیت کا تعلق آوت کے ساتھ ہے کیونکہ محبت اور رفاقت اعمال حسنہ کے درجات پر مبنی ہے جیسے اعمال ہوں گے، اسی کے مطابق ساتھی ملیں گے۔ دوسرا کوئی شخص نہیں ہوگا کہ گروہ کے لائق ہے مگر وہ عالم الغیب خوب جانتا ہے کہ کون کس گروہ کی رفاقت اور دعوت کے مناسب ہے کیونکہ وہی قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا دے کر جس جماعت کے وہ ملازم ہوگا دوس میں داخل کر دے گا۔ ہر حال اس دعا سے یہی سکھایا گیا ہے کہ نیک اعمال کو نفع کی ترغیب دی گئی ہے۔

حصہ سوم میں کی جائے گی۔

تیسری آیت۔ يٰۤاٰدَمٰٓاٰ تَبٰٓئِكُمْ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْهُ مَقٰصُوٰتَ الَّذِيۡنَ ظٰلَمُوۡۤا اَنْفُسَهُمۡ فَاَلَا تَخٰوَفُوۡنَ عَلٰٓيْكُمْ وَلَا هُمْ يَخٰوَفُوۡنَ ۝۱۰ اے نبی آدم اگر کبھی تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئیں میری آیات تم پر پڑھتے ہوں تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ بچھٹائیں گے (ہدایت ۱۰)

(۱) اس آیت سے نتیجہ نکالنا کہ آنحضرتؐ کے بعد بغیر شریعت کے نبی آنے نہیں گئے تعلقاً غلط ہے اور ایسا بیجا وہی شخص نکال سکتا ہے جسے قرآن پاک کے کوئی مس ذہن صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ابتدائے نبی آدم کا ہے جب محترم آدمؑ بارغ سے نکالے گئے تھے۔ جیسا کہ سیاق و سباق سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ سورۃ بقرہ میں حضرت آدمؑ کے ذکر کے وقت یہی آیت بیان کی گئی ہے۔ فَلَمَّا اٰهْبٰطُوۡا مِنْهَا جَعَلُوۡا بَيْنَهُمْ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْهُ مَقٰصُوٰتَ الَّذِيۡنَ ظٰلَمُوۡۤا اَنْفُسَهُمۡ فَاَلَا تَخٰوَفُوۡنَ عَلٰٓيْكُمْ وَلَا هُمْ يَخٰوَفُوۡنَ ۝۱۰ ہم نے کہا سب اس (حالت) سے نکل جاؤ پھر اگر میری طرف سے تمہارا پاس کوئی ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی سو ان کو دوسرے اور نہ وہ غمگین ہونگے (آیت ۳۸)

(۲) اب یہ کہنا کہ ان آیات میں حضرت محمدؐ رسول اللہؐ کو مخاطب کر کے یہ کہا گیا ہے کہ آئندہ نبی آدمؑ کے لئے بغیر شریعت کے نبی آتے رہیں گے سراسر کفر بھی ہے کیونکہ ہر دو مقامات میں حضرت آدمؑ کے واقعہ کو دہرا کر نبی آدمؑ کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ نہ صرف آنحضرتؐ کو بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی ابتدائی زمانہ کے حالات سے آگاہ کر دیا جائے۔ اگر بغرض محال اس بات کو تسلیم ہی کر لیا جائے کہ ان آیات میں رسول اللہؐ کو مخاطب کر کے نبی آدمؑ کو یہ کہا گیا ہے کہ آئندہ بغیر شریعت کے نبی آئیں گے تو پھر ان آیات میں اللہ کی آیات پڑھنے اور ہدایت آنے کا ذکر کیوں کیا گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایسا رسول اللہ آیات پڑھے گا جو کہ اس سے پہلے رسول صاحب شریعت پر نازل ہو چکی ہوگی۔ تو پھر معلوم ہوا کہ کفر تو اسی رسول کے زمانے سے ہو گا نہ کہ ایسے رسول کے جو کہ بغیر شریعت کے ہو۔ حقیقتاً ایسے نبی کے بیٹھے سے کیا فائدہ ہو کہ اپنی نبوت کا کوئی ثبوت ہی نہ ملے سکے بلکہ ان آیات کا پڑھے جو کہ دوسرے رسول پر نازل ہو چکی ہوں اور خود بھی اسی کی ہدایت کا (۳) ناظرین غور فرمائیں کہ مذکورہ بالا آیات میں سے ایک میں تو آیات کے پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے اور دوسری میں ہدایت آنے کا۔ اب ان دونوں آیات کو مل کر پڑھ لیجئے کہ ان سے صاحب شریعت نبی کا آنا ثابت ہوتا ہے یا بغیر شریعت کے۔ اگر ان آیات سے غیر شرعی نبی کا آنا ثابت ہوتا ہے تو پھر صاحب شریعت نبی کن آیات کے ماتحت آیا کرتے تھے علوہ ازیں دینی آدم کے الفاظ تو عام ہیں اب ان سے یہ تفصیل کر لینا کہ صرف مسلمانوں میں بغیر شریعت کے نبی آئیں گے کہاں کی عقل نہی ہے کیلئے دوسری قویں اشعار کی محمولات میں شامل نہیں ہیں؟ دراصل بات یہ ہے کہ ابتدائے دنیا میں

ہی بنی آدم سے یہ کہا گیا تھا کہ جب کبھی ہمارے رسول کوئی ہدایت لیکر آئیں اور ہماری آیات پر میں تو جو کوئی اس پر ایمان لاکر نیک عمل کرے گا تو اُسے کوئی غم نہ ہوگا اور یہ پیشگوئی مگنا تار حضرت محمد رسول اللہ تک پوری ہوتی رہی چنانچہ دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں گذری جس میں کوئی نبی نہ بھیجا گیا ہو۔ جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے اور یہی دلیلِ قویہ ہکاچہ اور ہر قوم میں ایک ہادی ہر گزدار (۳۵-آیت ۷) دران قرآن ائمہ کرام کا خلافت تھا ان پر اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گند چکا (۳۵-آیت ۲۴) آخر وہ وقت آگیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل شریعت دے کر تمام دنیا کے لئے مبعوث کیا گیا تاکہ قومی نیوں کا سلسلہ ختم کر کے آپ کو خاتم النبیین بنایا جائے۔

(۵) بلاشبہ ختم نبوت کا انکار کرنا اور آنحضرت کے بعد اجرائے نبوت کا تسلیم کرنا قادیانیوں سے پہلے حضرت بہاء اللہ صاحب کے مریدوں نے ایران سے شروع کیا تھا جس کی تہ میں یہ غرض تھی کہ ان کا نبی جو ثابت کیا جائے چنانچہ اس کے ثبوت میں وہ قرآن پاک کی آیات پیش کرتے تھے تاکہ اہل اسلام آسانی سے ان کا نبی ہوتا تسلیم کر لیں۔ اُن کی نقل کر کے میاں صاحب قادیانی نے بھی اپنے باپ کو نبی بنانے کے لئے وہی آیات پیش کر دیں مگر افسوس نقل بھی پوری نہ ہوئی کسی نے کیا خوب کہا ہے ”نقلے را ہم عقلے یازمیاں صاحب نے نقل کرتے وقت اتنا بھی نہ سوچا کہ بھائی و قرآن کریم سے صاحب شریعت نبی کے آنے کا استدلال کرتے ہیں لہذا وہی آیات بغیر شریعت کے نبی ماننے پر کیونکر عاید ہو سکتی ہیں۔ حقیقتاً دو لوگ وہ جھوٹے ہیں کیونکہ نہ تو حضرت بہاء اللہ نے اور نہ حضرت مزا صاحب نے کبھی اپنی زندگی میں اپنے نبی ہونے کے ثبوت میں ان آیات کو پیش کیا مابتدا ان کے مریدوں نے انکی دقتا کے بعد عرض کیا۔

(۶) اگر مذکورہ بالا آیت سے بغیر تشریح نبی کا اثبات ہوتا ہے تو حضرت مزا صاحب نے خود اپنی زندگی میں اپنے دعوے کے ثبوت میں ان آیات کو پیش کیوں نہ کیا کیا انہیں فہم قرآن نہیں تھا اس تحریر کو پڑھ کر جواب دیجئے۔ ”او ان کو نہیں دیا جاتا مگر فہم قرآن اور وہ قرآن پر زیادہ کرتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں“ (مزا صاحب جملہ صفحہ ۶۶-۶۷)۔

اب یہ تحریر سناؤ گی ہے۔ اور مجدد ہونے کا دعویٰ ۱۸۷۸ء سے ہے۔ گویا ۸۱ سال تک کثرت سے مکالمہ اور مخاطبہ پٹنے کا نتیجہ نکالا کہ حضرت مزا صاحب کو اتنا بھی فہم قرآن نصیب نہ ہوا کہ کم از کم اپنے مکفرین کے سامنے اپنے نبی ہونے کے ثبوت میں ان آیات کو پیش کر دیتے جو کہ آجکل اُن صاحبزادے صاحب ان کی تربت کے ثبوت میں پیش کر رہے ہیں۔ اب ارباب قادیان خود ہی فیصلہ کر لیں۔ کہ فہم قرآن باپ کو زیادہ تھا یا اب بیٹے کو ہے۔ کیونکہ بیٹے نے توفیر

کسی قسم کا مکالمہ مخاطبہ الہیہ پانے کے ہی اپنے باپ کو نبی ثابت کرنے کے لئے ایسی آیات پیش کر دیں جو باپ باوجود کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ الہیہ پانے کے بھی اپنی تمام زندگی میں اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش نہ کر سکا

جس سے ایک تہ تجویز نکلتا ہے کبھی بننے کا حق تریبے کا تھا عذیبا اللہ نعلی سے باپ کو نبی بنا دیا گیا اھ دوسرا یہ کہ
فہم قرآن حاصل کرنے کے لئے کسی مکالمہ اور مخاطبہ آنبیہ کی ضرورت نہیں۔

چوتھی آیت - رَفِيعَةُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْزِلَ فِيهِ مِنَ السَّمَاءِ رُوحًا مِنْ رَبِّهِ وَالْأَصْحَابُ عَرِشٍ هُوَ رُوحٌ كَوَيْلَةٍ عَمَّ سَلَمَ بَنِي بَنِي
میں سے جس پر چاہتا ہے وہ اتنا ہے تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے (۴۰-تائیت ۲۵)

(۱) اس آیت سے قادیانی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ غیر شرعی نبی آتے رہیں گے جو کہ قطعاً غلط ہے کیونکہ آنحضرت کے بعد مصلح
۳۱۰ سال میں کوئی غیر شرعی نبی نہیں آیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کو مثل ہارون قرار دیا گیا تھا۔ اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے۔
”سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے علیؓ کو فرمایا تو مجھ سے اس مرتبہ پر ہے جیسے ہارون مومنوں
سے فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری) اگر رسول اللہؐ کے بعد بغیر شریعت کے نبی آئے تھے تو پھر حضرت
علیؓ کو ایسا نبی کیوں نہیں مانا جاتا؟ البتہ مجھ ضرور آتے رہے جیسا کہ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ
يُبْعَثُ فِيْ هٰذِهِ الْاٰمَةِ عَلٰى كُلِّ مَآثِقَةٍ سَيِّدًا مِّنْ بَنِيْهِمْ دَلَّاهُ دِيْنَهُمْ“ کہ بے شک اللہ تعالیٰ
اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا ہے گا۔ (ابوداؤد) یہی وجہ ہے
کہ اس جگہ انھوں نے روح سے مراد وحی اولیا ہے جو کہ نہ صرف عورتوں کو بلکہ مردوں کو بھی ہوتی رہی جو کہ نبی نہ تھے۔ اس
حدیث کو ملاحظہ کیجئے۔ ”ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اسرائیل میں جو تم سے پہلے تھے
ایسے لوگ تھے جن سے مکالمہ ہوتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں سو اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہو تو وہ عمرہ
ہے (بخاری) اسی کی تائید حضرت مرزا صاحب نے بھی کی ہے اس تحریر کو پڑھیے۔ ”قرآن شریف مکالمہ مخاطبہ الہیہ کے
سلسلہ کو بند نہیں کرتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے یُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ یعنی خدا جس پر
چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے اور فرماتا ہے لَعَلَّكُمْ الْبَشَرِي فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی مومنوں کے لئے بیشتر اہل
باقی رہ گئے ہیں گو شریعت ختم ہو گئی ہے کیونکہ عمر دنیا ختم ہونے کو ہے پس خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت
تک باقی ہے۔“ (چشمہ معرفت حاشیہ صفحہ ۱۸۰-۱۹۰)

پانچویں آیت - اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ بِمُبْدِيٍّ كَبِيْرٍ
اللہ فرشتوں میں سے رسول چنتا کرے اور انسانوں میں سے اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے (۲۲-تائیت ۷۵) اس آیت
سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بغیر شریعت کے نبی آتے رہیں گے جو کہ قطعاً غلط ہے کیونکہ

ساتویں آیت - هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَمْ يَمْلِكُوا إِلَّا الْقَلِيلُ مِنْهُمْ لَسَاءَ لِمَنْ يَكْفُرْ بِهِمْ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وہی ہے جس نے امیوں کے اندر انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے مگر وہ پہلے کلمی گمراہی میں تھے اور ان میں سے اوروں کو بھی جبراً ہی ان کو نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ (۶۲- آیت ۲۷) اس آیت سے قاضیانی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ایک رسول یعنی حضرت محمد مصطفیٰؐ تو ایمان میں سے ہوئے۔ اور دوسرا رسولؐ آخر میں منہ سے ہوا۔ اور وہ حضرت مرزا غلام احمدؒ ہیں۔ ان کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا کیونکہ انہیں آخری نبی قرار دیتے ہیں جس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آپ کو بھی وہی کام کرنا چاہیئے تھا جو کہ پہلے رسول کا کام ہے یعنی وہ خدا کی آیات مان پر پڑھے جو اس پر نازل ہوں نہ کہ وہ آیات جو حضرت محمد مصطفیٰؐ پر نازل ہو چکی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہاں مراد بعثت بروزی ہے تو پھر بروزی نبی سے ختم نبوت پر کوئی زبردستی پڑتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا ارشاد ہے "غرض بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں پڑتا اور نہ مہر ٹوٹتی ہے لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی جگہنی ہو جاتی ہے" (ایک غلطی کا زوال)

آٹھویں آیت - مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رَبِّهِمْ لَكُمُ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ (۳۳- آیت ۴) قاضیانی حضرت مذکورہ بالا آیت کے ان الفاظ خاتم النبیین سے یہ مراد لیتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی ہر سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ جس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ہر سے آئندہ نبی تیار ہونے تھے تو پھر آنحضرتؐ نے یہ کیوں فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے :- عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلي انت عني بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي بعدى سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کو فرمایا تو ہجرت سے اس مرتبہ پر ہے جیسے ہارون موسیٰؑ سے فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر اس حدیث کی رو سے یہ کہا جائے کہ بغیر شریعت کے نبی آتے رہیں گے۔ تو پھر حضرت علیؑ کم اللہ وجہ کو بغیر شریعت کے نبی کیوں نہیں مانا جاتا۔ کیا تیرہ سو سال بعد صرف حضرت مرزا صاحب نے ہی بے خبر غرضی ہونا تھا۔ حالانکہ وہ خود اس آیت کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی امت میں نبیوں جیسے لوگ پیدا

ہیں گے ذیل کا حوالہ ملاحظہ کیجئے:-

”کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو انا کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرایا۔ آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی ہی تھی اس حدیث کے ہیں۔ کہ علماء امتی کا انبیاء نبی اس سوا نہیں یعنی میری امت کے علماء نبی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔“ (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷-۹۸)

کیا نبیوں کی طرح ہونے سے یہی مراد ہے کہ وہ بغیر شریعت کے نبی ہو گئے؟

نویں آیت:- ”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَخْتِبِي مَنِ رَسُولًا“ اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع دے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ (۳-آیت ۱۷۸) اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب پر غیب کا اظہار موتا تھا لہذا وہ نبی ہیں اب یہ استدلال قطعاً غلط کیونکہ انہار علی الغیب غیر نبی پر بھی ہوتا ہے ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے:-

(ا) ”اور ایام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں“ (ضرورت الامام صفحہ ۱۲)

(ب) ”قرآن شریف میں ہے فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسولہ یعنی کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے۔ دوسرے کو یہ مرتبہ نہیں عطا ہوتا رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا مہمّت اور مجتہد ہوں۔“ (ایام الصلح صفحہ ۱۷۱)

(ج) ”خدا تعالیٰ اپنے کلام عزیز میں فرماتا ہے کہ ہر ایک مومن پر غیب کامل کے امور ظاہر نہیں کئے جاتے بلکہ مومن ان بندوں پر جو اصفاء اور اعتبار کا مرتبہ رکھتے ہیں ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے:- ”لَا یُظہر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسولہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں مقرر کرتا مگر ان لوگوں کو جو اس کے رسول اور اس کی درگاہ کے پندیدہ ہوں“ (ابن احمد حصہ پنجم صفحہ ۶۷)

دہویں آیت: **وَكَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا فِي تَرَاتُومٍ** اور جب رسولوں کا وقت مقرر آجائے (صفحہ ۱۱۰ آیت ۱۱)
 ”اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ سب رسولوں کو جمع کر دیا جائے گا اور وہ سب موعود کے

وجود میں ظاہر ہوں گے (حقیقتہ النبوة) حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے خود اس جگہ رسل سے مراد
 مجازاً خلفائے امت محمدیہ لئے ہیں۔ (دفعہ گولڑویہ) غرضیکہ ایسے بودے دلائل سے ختم نبوت کے
 حکم اصولوں کو نہ صرف گرانے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ختم نبوت تو فرعون کا
 عقیدہ تھا (استغفر اللہ) اور اس کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے۔ **وَلَقَدْ جَاءَكُمْ**
يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ
قُلُوبُكُمْ يَنْبُغْتَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ رُسُلِكُمْ ۚ اور یقیناً تمہارے پاس یوسف پہلے دلائل کے
 ساتھ آیا مگر تم اس کے بارے میں شک میں ہی رہے جو وہ تمہارے پاس لایا یہاں تک کہ جب
 وہ فوت ہو گیا تو تم نے کہا اللہ اس کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ (آیت ۴۱-۴۲) حالانکہ فرعون

خدا کا ہی منکر تھا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الْمَلَأُمَا عَلِمْتُمْ لَكُمْ مِنْ آلِهِ**
عَاقِبَةٌ ۖ جِئَ سِرَارًا فِي تَحَارُوتِ تَحَارُوتِ تَحَارُوتِ تَحَارُوتِ تَحَارُوتِ تَحَارُوتِ تَحَارُوتِ تَحَارُوتِ تَحَارُوتِ تَحَارُوتِ
 اب ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا کہ وہ نہ صرف نبوت کا بلکہ وہ ختم نبوت کا بھی قائل تھا گویا

فہم قرآن کو ہی جواب دینا ہے۔ قادیانیو! حضرت مرزا صاحب بھی تو تمام عمر ختم نبوت کے ہی قائل
 رہے تو کیا وہ بھی فرعون کا ہی عقیدہ رکھتے تھے۔ خوب غور کر کے ذیل کے حوالے پڑھ کر جواب دیجئے۔
 (۱) ”اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آ سکتا ہے جب کہ ان کی وفات کے
 بعد جی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔“ (حاشیہ بشری صفحہ ۹)

(۲) ”اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحقیق منقطع ہو گئی“ (الاستغناء عن حقیقت الوحی صفحہ ۶)
 بارہویں فصل۔ وہ حدیث جس سے قادیانی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ رسول اللہ کے بعد نبوت جاری رہے گی۔
 (۱) لو عاش ابراہیم لکان نبیا۔ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا (ابن ماجہ) یہ الفاظ رسول اللہ
 نے اس وقت فرمائے تھے جبکہ آپ کا صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ چمن ہی میں فوت ہو گئے تھے اب

قادیانی اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد نبی کی ضرورت تھی حالانکہ ان کا فوٹ ہو جانا ہی ثابت کرتا ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد نبی کی حاجت نہ تھی۔ بفرض حال اگر نبی کی ضرورت تھی تو پھر حضرت عمرؓ کیوں نبی نہ ہوئے جبکہ وہ رسول اللہؐ کے بعد زندہ بھی ہے اس حدیث کو پڑھ کر جو اب دستیغی: عن عقبۃ بن عامر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر۔ عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ اُس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ (ترمذی)

(۱) قولوا خاتما لانبیاء ولا تقولوا لابی بنی بعدی خاتم الانبیاء کہو مکذیب مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول سے ارباب قادیان یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے بعد نبی آتے نہیں گئے۔ اب اس نتیجے پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آیا نبی خود اپنے عہدہ کو بخوبی سمجھتا ہے یا اس کی زوجہ محترمہ۔ دوستو جب رسول اللہؐ کا یہ ارشاد ہے ”وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا بَعْدِی بَعْدِی“ اور میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری و مسلم) تو پھر حضرت عائشہؓ کا مذکورہ بالا قول خود ہی اس کے مخالف پڑ جاتا ہے لہذا وہ قول قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی بنیاد ایک ایسے قول پر رکھی جاتی ہے جس کی کوئی سند نہیں، گو بار رسول اللہؐ کے قول ”لَا بَعْدِی“ کو ایک بے سند قول کے مقابلے پر پس پشت مٹا جاتا ہے۔ جس کی تین صرف اتنی خود غرضی ہے کہ کسی نہ کسی تاویل سے حضرت مرزا صاحب کو نبی بنایا جائے۔ خدا جانتے حضرت مرزا صاحب کو نبی بنانے پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے حالانکہ وہ خود عمر بھر نبوت کے دعوے سے انکار کرتے رہے اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے رہے۔ بلاشبہ قادیانی صاحبان ان کی طرف دعوے نبوت منسوب کر کے وہی کام سرانجام دے رہے ہیں جو کہ مکفرین نے ان کی زندگی میں کیا۔ اللہ تعالیٰ قادیانیوں کو سیدہ۔ جہنم کی ہدایت دے۔ اور دین میں غلو کرنے سے بچائے۔ آمین۔

لَسِيْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مُحَمَّدٌ كَذُوْصَلٰى عَلٰى اَوْلٰىئِهِ
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيّٰتِ
محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے
وَكَانَ اللّٰهُ يَكْلِلُ شَيْءٌ عَلَيَّاهُ

دلے ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ۳۵۔ آیت ۴۰

لا نبی بعدی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری)

اتمام حجّت۔ بر ختم نبوت (حصہ سوم)

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جناب رسالت کا حضرت محمد مصطفیٰ کا روحانی فیض
جو کہ آپ کی اطاعت اور تالبعی پر منحصر ہے قیامت تک جاری رہے گا۔ اور آپ کے فیض
یا منتہی لوگ گذشتہ قومی نبیوں کے برابر ہوں گے کیونکہ عالمگیر یعنی یونیورسل رسول ہونے کی
وجہ سے آپ پر قومی نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ گویا مذکورہ بالا آیت کے الفاظ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ
اللّٰهِ" سے تو آپ کے روحانی فیض کا جاری رہنا اور خاتم النبیین کے الفاظ سے
آپ پر نبیوں کا ختم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پہلی فصل

وہ آیات جن سے آنحضرت کا فیض جاری رہنا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

”تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا ان لوگوں کے رستے پر، جن پر تو نے انعام کیا“ (آیت ۶۵)

اس دعا میں نیک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ ہم بھی منزل مقصود
پر پہنچ کر ان کا ساتھی بننے کے قابل ہو سکیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَمَنْ يُّطِيعِ اللّٰهَ

وَالرُّسُولَ فَإِنَّكَ مَعَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ” اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت
کرتا ہے تو یہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی، نبیوں اور صدیقوں اور
شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ) اور یہ اچھے ساتھی ہیں۔ (۲۴- آیت ۶۹)

(۲) قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم سے
محبت کرے اور تمہیں تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (۲۴- آیت ۳)
اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کی پیروی کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب
بن جاتا ہے اور وہ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ دوستو ذرا غور کیجئے کہ جب ایک شخص
اللہ کا محبوب بن جائے تو پھر وہ کون سی ایسی نعمت ہے جو اسے نہیں دے گا۔ اسی آیت
کی تفسیر میں حضرت مرزا صاحب کا یہ ارشاد ہے ”پس خدا جس سے محبت کرے گا کون سی نعمت
ہے جو اس سے اٹھا لکے گا۔ اور اتباع سے مراد بھی مرتبہ فنا ہے جو شیل کے درجہ تک پہنچا ہے
اور یہ مسئلہ سب کا ماننا ہوا ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کرے گا۔ مگر وہی جو جاہل سفید المذہب
بے دین ہو گا۔ (ایام الصلح صفحہ ۱۶۳ و ۱۶۴)

(۳) الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْخَيْرَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ مَا كَانُوا يَسْتَبْدِلُونَ لِكَلِمَاتٍ اَللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْغَوْرُ الْعَظِيْمُ ” جو ایمان
لائے اور تقویٰ کرتے تھے اُن کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے اللہ کی باتیں
بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے“ (۱۰- آیت ۶۳ و ۶۴)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومنوں کے لئے مبعثراہام باقی رہ گئے ہیں۔ گو شریعت
ختم ہو گئی ہے کیونکہ عمر دنیا ختم ہونے کو ہے پس خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک
باقی ہے۔ جس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

”لَم يَمَقْ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ“ نبوت میں سوائے مبشرات کے کچھ باتیں نہیں ہوتیں۔

(۴) دَعَاَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
لَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَا يُمْكِنُ لَهُمْ دِينُهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ط يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ لِمَن يَشَاءُ مَكْرًا ط
مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ اللہ نے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ
جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ اُنہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ مگر
انہیں خلیفہ بنایا جو اُن سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے اُن کے دین کو جو اُس نے اُن کے
لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کرے گا اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن
(کی حالت) کرے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جو کوئی اس
کے بعد کفر کرے تو وہی نافرمان ہیں ۝ (۲۴- آیت ۵۵)

اس کی تفسیر میں آنحضرتؐ کا ارشاد ہے: ”کہ بنی اسرائیل کی راہ نمائی انبیا کرتے تھے۔
جب ایک نبی گند جاتا اس کے پیچھے دوسرا بنی آجاتا اور میرے بعد کوئی بنی نہیں ہے اور خلیفے ہوں
گے ۝ (بخاری کتاب الانبیاء)

(۵) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ
النَّبِيِّينَ ط وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں
لیکن اللہ کے رسول ہیں اور انبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔
مذکورہ بالا آیت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ حضرت محمدؐ رسول اللہؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے
باپ نہیں جس سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا تھا کہ وہ روحانی طور پر بھی کسی کے باپ نہیں لہذا اس خیال
کی تردید کے لئے اسی آیت کے اگلے الفاظ ”وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ“ میں یہ بتلادیا کہ وہ اللہ کے
رسول ہیں یعنی روحانی طور پر تمہارے باپ ہیں اور خاتم النبیینؐ کے الفاظ میں یہ جملہ دیا کہ آپ
کے بعد کوئی بنی نہیں جو لوگوں کا روحانی باپ بن سکے لہذا آپ کا ہی فیض قیامت تک جاری رہے گا۔

دوسری فصل

وہ احادیث جن سے آنحضرت کا فیض جاری رہنا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

لَمْ يَتَّبِعْ مِنَ النَّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ كَالْوَدِّ وَالْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرَّوْثِيُّ الصَّالِحَةُ۔

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرماتے تھے کہ نبوت میں

سے صرف مبشرات رہ گئے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا اور مبشرات کیا ہیں فرمایا اچھی خواب (بخاری)

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ يَمْنًا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ هُجْدٌ ثَوْنٌ فَإِنْ يَلِكُ فِي أُمَّتِي

أَحَدٌ فَإِنَّهُ عَمْرٌ زَادَ زَكْرِيَّا ابْنُ أَبِي ذَرٍّ دَعَا عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ رَجُلٌ يَكْلُمُونَ مِنْ غَيْرِ

أَنْ يَكُونُوا أَوْلِيَاءَ فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعَمْرٌ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا

کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے آدمی تھے جن سے مکالمہ دہیہ، ہوا کرتا تھا بغیر

اس کے کہ وہ نبی ہوں تو اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہے تو عمر ہے۔ (بخاری تہذیب النبی)

(۳) إِنْ اللَّهُ يَبْعَثُ فِي هَذِهِ الْأَمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْ

بِحَدِّ دَلْهَادٍ يَنْهَاهُ۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص

مبعوث کرتا ہے گا جو دین کی تجدید کرتا ہے گا۔ (ابو داؤد)

تیسری فصل

وہ آیات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں۔

۱۱) وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ هُمْ أَكْثَرُ
 هُمْ يُؤْمِنُونَ ۝ اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اُتار کیا اور جو تجھ سے پہلے اُتار
 گیا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں ۝ (۲۱-آیت ۲)

۱۲) وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
 الْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۝
 اور مومن اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور نماز
 کے قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور آخر کے دن پر ایمان لےنے والے ۝ (آیت ۱۷۲)

۱۳) مذکورہ بالا آیات میں حضرت محمد رسول اللہ کی اور آپ سے پہلے کے نبیوں کی وحی پر ایمان
 لانا اور آخرت یعنی آخری دن پر یقین لانا ایمان کا جزو قرار دیا گیا اگر آنحضرتؐ کے بعد کوئی
 ایسی وحی بھی آئی تھی جسے ایمان کا جزو قرار دیا جاتا تھا تو اس کا ذکر بھی اسی جگہ ہونا چاہیے
 تھا حقیقتاً ایسی وحی کا اس جگہ کوئی ذکر نہ ہونا صحت بنتا ہے کہ رسول اللہ آخری نبی ہیں۔

اگر آپ کے بعد بھی رسول آنے والے ہوتے تو من قبلک کی حد بندی عائد نہ کی جاتی۔ اور نہ یہ
 کہا جاتا "فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَكَ يُؤْمِنُونَ ۝ سو اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے" (۱۷۲-آیت ۱۷۲)

اب قادیانویل کا حضرت مرزا صاحب کو اس آیت "كَأَنَّهُمْ قَوْمٌ يَنْتَهُنَّ عَنْ حَيْثُ رُفِعَ لَهُمْ
 هُمْ اس کے رسولوں میں سے کسی میں کچھ تفرقہ نہیں کرتے ۱۷۲-آیت ۱۷۲) کے تحت نبیوں کی ہمت

میں شامل کرنا سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ وہ خود لکھتے ہیں: "اس نبوت سے وہ نبوت مراد نہیں جو
 پہلے صحیفوں میں گزر چکی ہے بلکہ یہ ایک درجہ ہے" (الاستغفار منہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۶ سال ۱۳۷۲ء)

۱۴) بلاشبہ آنحضرتؐ سے پہلے ہر ایک قوم میں نبی گذر چکے ہیں مگر ذیل کی آیات سے

ثابت ہوتا ہے۔

(الف) ذِكْرُ مُحَمَّدٍ هَادٍ بِرُقُومٍ فِي هَادِي هُوَ كَذَلِكَ ۱۷۲-آیت ۸)

(ب) وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں نذر لایا گیا ہو

آخر وہ وقت آگیا کہ قومی نبیوں کا سلسلہ ختم کر کے ایک شخص کو عالمگیر یعنی یونورسل رسول بنایا جائے تاکہ دنیا بھر کے لوگ اس پر ایمان لے آئیں اور اس میں اخوت اور وحدت پیدا ہو جائے اس لئے حضرت محمد رسول اللہ کو کل دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔

(الف) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے ۝ (۲۱- سائیت ۱۰۷)

رب، وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرنا والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۝ (۳۲- آیت ۲۸)

(ج) سُبْحٰنَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدٍ ۙ لَّیْكَوْنُ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝ (وہ ذات) بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ وہ تمام جہان کے لئے ڈرنے والا ہو ۝ (۲۵- آیت ۱) چونکہ آنحضرتؐ کی بعثت سے قومی نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اس لئے آپ کو فاتم النبیین کہا گیا۔

(د) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شٰهِدًا عَلٰی النَّاسِ وَّ یَكُوْنُوا الرَّسُوْلَ عَلَیْكُمْ شٰهِدًا ۝ اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو ۝ (۲- آیت ۱۴۳)

اس آیت میں رسول اللہ کو مسلمانوں کا پیشرو ٹھہرا کر انہیں اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے پیشرو بنیں تاکہ لوگ اُن کا نمونہ دیکھ کر اسلام میں داخل ہو جائیں اور اس طرح سے تمام دنیا ایک جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ سوائے حضرت محمد رسول اللہؐ کے اور کوئی مسلمانوں کا پیشرو نہیں ہو سکتا جس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرتؐ ہی آخری نبی ہیں۔

(۳) اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَدَضَيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِيْنًا اُجْمَلًا آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا۔ (۵-آیت ۳)

(۱۱) چونکہ رسول اللہ سے پہلے جتنے انبیاء ہوئے ہیں وہ اپنی اپنی قوموں کی طرف خاص خاص وقتوں کے لئے مبعوث ہوتے تھے لہذا ان کی شریعت مکمل نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ دین کو مکمل کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا تھا مگر جب وقت آگیا تو آنحضرتؐ کو ایسی مکمل شریعت دی گئی جو کہ آئندہ کے تمام زمانوں پر عادی ہو سکے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

(۱۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝۱۲ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے صاحبان امر کی اطاعت کرو پھر اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہو یہ بہتر اور انجام کار اچھا ہے۔ (۱۲-آیت ۵۹)

(۱۱) مذکورہ بالا آیت میں ایمان داروں کو اللہ اور رسول کی اور اپنے میں سے صاحب امر لوگوں کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو پھر اُسے اللہ اور رسول کی طرف لے جانے کو کہا گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ آخری نبی ہیں کیونکہ آخری فیصلہ انہیں کہے اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ اگر ہمارا کسی بات میں حضرت مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف ہو جائے تو پھر ہم اس معاملہ کو اللہ اور رسول کی طرف لے جائیں گے گویا حضرت مرزا صاحب کا آخری فیصلہ نہیں ہوگا۔ قرآن کریم کے الفاظ فَرُدُّوْا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ سے مراد آنحضرتؐ ہی ہیں نہ کہ حضرت مرزا صاحب۔

پکارا گیا۔ دراصل لفظ خاتم کے معنی مہر بھی ہیں اور آخر بھی اور کسی قوم کے خاتم اور خاتمہ سے ملوان میں سے آخری ہوتا ہے جیسا کہ لغات لسان العرب اس پر شاہد ہے۔ ”يَخْتَامُ الْقَوْمَ وَخَاتَمُهُمْ وَخَاتَمُهُمْ الْآخِرُ“ اور خَاتَمَ النَّبِيِّينَ اور خَاتَمِ النَّبِيِّينَ کے معنی آخری نبی اور آپ کو خَاتَمَ النَّبِيِّينَ اس لئے کہا کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا (مفردات امام راغب) حقیقتاً آنحضرتؐ کی بعثت کے بعد الگ الگ قوموں کی طرف نبی بھیجنے کی ضرورت نہ رہی۔ گویا رسول اللہؐ نے قومی نبیوں کے سلسلہ کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی۔ اس کا ثبوت تواریخ سے بھی ملتا ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد کوئی نئی کسی قوم کی طرف نہیں بھیجا گیا۔

(۱) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۚ قَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ إِيمَانًا وَبَارَكْنَا فِيهِمْ ۚ وَبَارَكْنَا فِيهِمْ ۚ وَبَارَكْنَا فِيهِمْ ۚ اے نبیؐ! ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے اور خوشخبری دینے والا اور ڈرائیوالا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا سورج۔ (۳۳-آیت ۴۵ و ۴۷) اس آیت میں جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰؐ کو روشن کرنے والا سورج کہا گیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ جیسے سورج تمام دنیا کو روشنی پہنچا رہا ہے اسی طرح سے رسول اللہؐ بھی جیسے سورج کی روشنی سے چاند منور ہوتا ہے اسی طرح سے آپ کی روشنی سے اولیاء اللہ منور ہوتے ہیں۔ جیسے چاند سورج کی روشنی حاصل کر کے سورج نہیں ہو سکتا اس طرح سے ولی اللہ بھی آنحضرتؐ سے روشنی حاصل کر کے نبی نہیں بن سکتا جیسے اندھیرے میں چاند اور ستارے کام لیتے ہیں اسی طرح سے اندھیرے میں معبد اور ولی اللہ کام لیتے ہیں جیسے سورج کی روشنی کے سامنے کوئی اور روشنی کام نہیں لے سکتی اسی طرح سے آپ کی نبوت کے سامنے کسی اور شخص کی نبوت کوئی کام نہیں لے سکتی یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد کسی اور نبی کی حاجت نہیں۔ جیسے شروع دنیا سے ایک ہی سورج ہے اور دوسرے سورج کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح سے رسول اللہؐ کی بعثت کے بعد کسی اور سرا جاً منیراً کی ضرورت نہیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں۔

چوتھی فصل

وہ احادیث جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اُخریٰ نبی ہیں۔

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مَعِيَ وَ
مَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ بَنِي إِسْرَءِيلَ فَأَحْسَنُهُ وَاجْلَلُهُ الْآمُوضُغَةُ لَيْسَتْ
مِنْ ذُرَاوِيهِ تَجْعَلُ النَّاسَ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْبُدُونَ لَهَا كَالْقَوْثُونَ هَذَا وَضَعْتُ هَذِهِ
الْلَّيْنَةَ قَالَ فَأَنَا اللَّيْنَةُ وَأَنَا الْخَاتِمَةُ النَّبِيِّينَ " ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے تھے اس شخص کی مثال کی طرح
ہے کہ اس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا بنایا اور اسے خوبصورت بنایا سولے کوٹے میں ایک اینٹ کی
جگہ کے سوا لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور اس پر تعجب کرتے اور کہتے کہ یہ اینٹ کیوں نہ لگائی گئی
تو فرمایا میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں سب نبیوں کے آخر میں ہوں " (بخاری کتاب المناقب)

(۲) عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ قَاعِدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَمْسَ سِنِينَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنَّهُ بَنُو إِسْرَءِيلَ تَسْرُسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ
كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي دَسِيكُونَ خُلَفَاءُ فَيَكْتُمُونَ
قَاتُوا " ابو حازم سے روایت ہے کہ ہمیں ابو ہریرہ کے ساتھ پانچ برس تک بیٹھتا رہا میں نے ان کو
سنایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی اصلاح کا
مکمل انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی گزر جاتا اس کے پیچھے دوسرا بنی آ جاتا اور میرے بعد کوئی نبی
نہیں ہے اور خلیفہ ہوں گے اور بہت سے ہوں گے " (بخاری کتاب الانبیاء)

(۳) عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى بَنِي
لُؤَيٍّ فَاسْتَحْلَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ أَلَا تَخْلِفُونِي فِي الصُّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ الْأَنْبِيَاءُ مَنْ تَكُونُ
مِنْهُمْ يَمْنَزِلُهُ هَرُونَ مِنْ مُوسَى الْأَنْبِيَاءُ لَيْسَ بَعْدِي سَعْدِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف نکلے اور حضرت علی کو جانشین بنایا تو عرض کیا کہ کیا

آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ تم بائی (انجیل) مجھ سے دہی نسبت ہے جو اردن کی موسیٰ سے تھی ہاں یہ واضح ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔
 (۱۱) لا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحقی نقبدا

وَنانِ وَانْه سیکون فی امتی ثلثون کذا ابا کلہم بزعمہ انہ نبی وانلخاتم النبیین لا نبی بعدی۔ تیا مت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ میری امت کے کچھ تفسیر مشرکوں کے ساتھ مل جائیں اور یہاں تک کہ بتوں کی پوجا کی جائے اور میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ خیال کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

پانچویں فصل۔ ختم نبوت پر عقلی دلائل

(۱) چونکہ ابتداء دنیا میں لوگوں کی آبادی تھوڑی تھی اس لئے اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے صرف اتنی ہی ہدایات دی گئیں جو کہ نہ صرف اس وقت کے لئے بلکہ کچھ آئندہ زمانہ کے لئے بھی کافی ہو سکیں مگر جوں جوں دنیا کی آبادی بڑھتی گئی لہذا اس وقت کی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے وقتاً فوقتاً بذریعہ انبیاء اور رسولوں کے ایسی ہدایات نازل ہوتی رہیں جو کہ نہ صرف اس وقت کے لئے بلکہ ایک حد تک آنے والے زمانہ کی حاجتوں پر بھی حاوی ہو سکیں۔ آخر لوگوں کی آبادی اور ضروریات اتنی بڑھ گئیں کہ ایسے مکمل قانون کی ضرورت پڑ گئی جو کہ نہ صرف اس وقت کے لئے بلکہ آئندہ تمام زمانوں کی حاجتوں پر بھی حاوی ہو سکے لہذا حضرت محمد رسول اللہ کو ایسی مکمل شریعت دے کر مبعوث کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

(۲) بلاشبہ ہر ایک قوم کی طرف نبی اور رسول بھیجے گئے جو کہ اسی قوم کے ہوتے تھے یہی سبب تھا کہ ایسی قومیں صرف اپنے ہی نبیوں کو جانتی تھیں۔ اور غیر قوموں کے انبیاء کا انکار کرتی تھیں لہذا اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ کو تمام دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تاکہ ان پر ایمان لانے سے لوگ نہ صرف اپنی قوم کے نبیوں پر بلکہ غیر قوموں کے رسولوں پر بھی ایمان لائیں اور ان کی عزت کریں گویا قومی نبیوں کا سلسلہ ایک عالمگیر نبی پر ختم کیا گیا جو کہ رسول اللہ کے آخری

نبی ہونے پر طاعت کرتا ہے جس کی غرض یہ ہے کہ دنیا میں التعلق۔ محبت۔ اتحاد۔ یک جہتی اور وحدت پیدا ہو اور دنیا بھر کے لوگ ایک جھنڈے تلے آجائیں۔ یہی سبب ہے کہ تمام اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز رکھا گیا۔ کیونکہ اہل اسلام ان کے نبیوں اور رسولوں کو مانتے ہیں۔ اگر وہ ہماری رسول کو مان لیں۔ تو پھر مسلمان بھی اپنی عورتوں کو ان کے نکاح میں دے سکتے ہیں۔

(۳) بلاشبہ جب سورج کی روشنی نہ ہو تو اُس وقت چاند اور تارے روشنی کا کام دیتے ہیں۔ مگر جب شمس طلوع ہو جاتا ہے تو پھر ان کی روشنی کوئی کام نہیں دیتی اسی طرح سے جو نبی اور رسول حضرت سے پہلے آئے وہ بطور چاند اور تاروں کے تھے مگر جب حضرت محمد رسول اللہؐ مبعوث ہوئے تو وہ بطور شمس کے تھے اس لئے پہلے نبیوں کی رسالتیں اور شریعتیں آپ کی روشنی کے سنے خود بخود ماذب ہو گئیں۔ صاف ظاہر ہے کہ سورج کی موجودگی میں کسی روشنی کی ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ مکے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ کا مشہور قول ہے کہ اگر حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری تابعداری کرتے۔

(۴) چونکہ پہلے اپنی اپنی قوم کے نبیوں کو ہی مانا جاتا تھا۔ اور دوسری قوموں کو خواہ وہ اپنے نبیل کو مانتی بھی ہوں کافر قرار دیا جاتا تھا گویا کفر اور اسلام کے مابین کوئی نبی بطور حد فاصل کے نہ تھا۔ اس لئے آنحضرتؐ کو دنیا بھر کے لئے مبعوث کیا گیا تاکہ آپ کی ذات بابرکت کو ہی حد فاصل قرار دیا جائے۔ یعنی جو شخص آپ کو نہ مانے وہ تو کافر ٹھہرایا جائے اور جو شخص آپ پر ایمان لے آئے اُسے مسلمان قرار دیا جائے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں۔ کیونکہ قیامت تک کوئی شخص اس مقام پر کھڑا نہیں کیا جائیگا۔ جس کے نہ ماننے سے کفر لازم آئے۔

(۵) دنیا کی تواریخ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہؐ کی بعثت سے پہلے لگاتار بہت سے نبی اور رسول آئے مگر آنحضرتؐ کے بعد عرصہ ۱۳۰۰ سال میں کوئی نبی نہیں آیا جس سے متاخر ہوتا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ دوستو جس پیغمبر کا آغاز ہوتا ہے اس کا انجام بھی ہوتا ہے نبیل کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور حضرت محمد رسول اللہؐ ختم ہو گیا۔ جیسا کہ قرآن کریم کے الفاظ خاتم النبیین سے ثابت ہوتا ہے +

ت ا م ش د

